فصل اوّل:

ماہِ صیام اور اس کی فضیلت

رمضان ـــــ نیکیوں کا موسم بہار

١۔عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَفِیْ رِوَایَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَفِیْ رِوَایَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ۔ (متفق علیہ)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، (ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں) اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین باندھ دیے جاتے ہیں۔'' ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں[1]'' (متفق علیہ[2])

تشریح: نبی ﷺ کا یہ معمول تھا کہ رمضان کے آغاز میں لوگوں کو نصیحت کرنے کے لیے خطبات دیا کرتے تھے۔ ایسے ہی خطبات میں سے ایک یہ خطبہ ہے۔

اس ارشادِ نبوی کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیے یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ یہاں مخاطب وہ مسلمان ہیں جن سے زیادہ سچّے اور پکّے مومن انسانی تاریخ میں نہیں دیکھے گئے۔ نبی ﷺ نے جو ہدایات فرمائی ہیں عام طور پر اپنے خطباتِ جمعہ میں ارشاد فرمائی ہیں، اور جمعہ کی نماز کے وقت جو لوگ مسجدِ نبوی میں جمع ہوتے تھے ان کے بارے میں یہ فرض نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کوئی کمزور ایمان کے یا اتباعِ اوامر میں کوتاہیاں کرنے والے مسلمان ہوں گے۔ اس لیے یہ بات واضح ہے کہ ان ہدایات کے مخاطب وہ سچّے اہلِ ایمان ہیں جو نہایت صالح اور متقی تھے، اللہ تعالیٰ سے ڈر کر زندگی بسر کرنے والے اور اس کی ہدایات کی پیروی کرنے والے تھے۔ اُن سے یہ فرمایا گیا ہے کہ:

- ''جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان (یا جنت یا رحمت) کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔''

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ ان خطبات میں کبھی حضور ﷺ نے ابواب السماء کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں، کبھی ابواب الجنۃ کے اور کبھی ابواب الرحمۃ کے، اور مدعا ان سب کا ایک ہے۔

[2] مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ سے مراد وہ حدیث ہوتی ہے جسے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے روایت کیا ہو۔

اس کا مدعا مخاطبین کو یہ سمجھانا ہے کہ رمضان کی آمد کے بعد جتنی نیکیاں کر سکتے ہو کرتے چلے جاؤ، جنت کے سب دروازے تمہارے لیے کھلے ہیں۔ اگر صدقہ وخیرات کے دروازے سے جنت میں پہنچ سکتے ہو تو صدقہ وخیرات کے دروازے سے پہنچو۔ اگر روزے کے دروازے سے پہنچ سکتے ہو تو روزے کے دروازے سے پہنچو۔ اگر تلاوتِ قرآن کے راستے پہنچ سکتے ہو تو اس راستے سے پہنچو۔ اگر برائیوں سے اجتناب کے ذریعے سے پہنچ سکتے ہو تو اس ذریعے سے پہنچو۔ الغرض جنت میں پہنچنے کے لیے تمام دروازے پوری طرح تمہارے لیے کھلے ہیں۔ اور اب یہ تمہارا کام ہے کہ خود کو جنت کے قابل بنالو۔

- پھر فرمایا کہ ”جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے زمانے میں ان برائیوں کے امکانات بھی کم ہو جاتے ہیں جن میں ایک آدمی دوسرے معنیٰ میں عام طور پر مبتلا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک نیکوکار مسلمان رمضان کی ایمان پرور فضا کی بدولت برائی کے بہت سے امکانات سے بچ جاتا ہے اور اس طرح جہنم کے دروازے اس کے لیے بند ہو جاتے ہیں۔

- تیسری بات یہ فرمائی کہ ”شیاطین باندھ دیے جاتے ہیں۔“

ان الفاظ کا مدعا یہ ہے کہ رمضان المبارک وہ زمانہ ہے جس میں نیکیاں فروغ پاتی ہیں اور شیاطین کی کارفرمائی رُک جاتی ہے۔ چونکہ تمام مسلمان بیک وقت روزہ رکھتے ہیں اور ایک ایک آدمی الگ الگ روزہ نہیں رکھتا اس لیے بیک وقت روزہ رکھنے سے پوری قوم کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا ایک ایسا ماحول پیدا ہو جاتا ہے جو دوسرے دنوں میں نہیں ہوتا۔ اس لیے رمضان وہ مہینہ ہے جس میں آدمی کے اندر رُجُوعٌ اِلَی اللّٰہ کی ایک مسلسل کیفیت جاری وساری رہتی ہے کیونکہ جو آدمی بارہ چودہ گھنٹے روزے سے ہوتا ہے اسے گویا ہر وقت یہ یاد ہوتا ہے کہ میں روزے سے ہوں اور میں نے اپنے رب کی خوشنودی کے لیے روزہ رکھا ہوا ہے۔ جب اسے پیاس لگے گی تو وہ پانی نہیں پیے گا کیونکہ اسے یاد ہوگا کہ وہ روزے سے ہے۔ جب اسے بھوک لگے گی اور کھانے کی خواہش ہوگی تو اسے یاد ہوگا کہ وہ روزے سے ہے اس لیے کھانے سے مجتنب رہے گا۔ اس طرح رمضان کے پورے مہینے میں آدمی کا رجوع مسلسل اللہ تعالیٰ کی طرف رہتا ہے وہ افطار کرتا ہے تو گویا خود محسوس کرتا ہے کہ یہاں تک تو میرے رب نے مجھے باندھ رکھا تھا، اب اس نے مجھے اجازت دے دی ہے تو روزہ افطار کر رہا ہوں۔ اس کے بعد کھانا کھایا تو پھر تراویح کے لیے چلا گیا، جس سے پھر رجوع اِلَی اللّٰہ کی نوبت آئی۔ اس طرح مسلسل چوبیس گھنٹے اللہ کی طرف اس کا رجوع رہا —— اور پھر یہ رُجوع ایک آدمی کا نہیں ہوتا بلکہ پوری قوم کا ہوتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ رمضان نیکی کا موسم ہے۔ جس طرح بارش کا ایک موسم ہوتا ہے اور اس میں ہر چیز نشوونما پاتی ہے اسی طرح یہ نیکیوں کا موسم ہے اور اس میں نیکیوں کی ترقی کے بے شمار مواقع پیدا ہو جاتے ہیں۔ آدمی جس قدر روحانی ترقی کرنا چاہے کر سکتا ہے کیونکہ اس میں ہر آدمی کی نیکی دوسرے کے لیے مددگار ثابت ہوتی ہے۔ ہر آدمی دوسرے کے روزے میں مددگار ہوتا ہے۔ عام دنوں میں روزہ رکھ کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اس میں کتنی شدت پائی جاتی ہے کیونکہ کوئی آدمی بھی روزے میں دوسرے کا مددگار نہیں ہوتا۔ لیکن رمضان میں یہ کیفیت نہیں ہوتی کیونکہ پورا معاشرہ ایک حالت میں ہوتا ہے۔ اس طرح ایک آدمی کو لاکھوں آدمیوں کے روزے سے مدد پہنچتی ہے اور ان کے تقویٰ اور نیکوکاری سے تقویت ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان میں انسان کی روحانی ترقی

اور سیرت و کردار کی اصلاح و تعمیر کے لیے بے شمار مواقع پیدا ہو جاتے ہیں ۔۔۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اب بھی اس بگڑے ہوئے ماحول میں اگر کوئی شخص رمضان کے زمانے میں گالم گلوچ کر رہا ہو تو لوگ کہتے ہیں ''میاں رمضان میں یہ حرکت کر رہے ہو؟'' اس کے معنی یہ ہیں کہ معاشرے کو اب تک اس بات کا احساس ہے کہ رمضان کا احترام کیا معنی رکھتا ہے اور اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صدرِ اوّل میں کیا کچھ کیفیت ہوگی۔

اسی بنا پر فرمایا کہ رمضان میں جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور شیاطین باندھ دیے جاتے ہیں ۔۔۔ لیکن یہ امر بہر حال ملحوظ رہنا چاہیے کہ بات ایک مسلم معاشرے کے صالح ماحول کے بارے میں بیان کی گئی ہے۔ ورنہ اسی زمانے میں اگر کوئی شخص شرک اور دوسرے گناہوں کا مرتکب ہو تو اس کے لیے دوزخ کے سارے دروازے کھل جاتے ہیں اور جنت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

تخریج ﴿۱﴾: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ، ثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ اَبِیْ سُهَیْلٍ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَا جَآءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

دوسری روایت:

﴿۲﴾ حَدَّثَنِیْ یَحْیَ بْنُ بُکَیْرٍ ثَنِی اللَّیْثُ، عَنْ عُقَیْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: ثَنِیْ ابْنُ اَبِیْ اَنَسٍ مَوْلَی التَّیْمِیِّیْنَ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ، یَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ۔ (۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب رمضان داخل ہوتا ہے (آتا ہے) تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنّم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین باندھ دیے جاتے ہیں۔''

مسلم میں مروی روایت:

﴿۳﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَا کَانَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ۔ (۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان شروع ہوتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

''سنن الکبریٰ'' میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت ان الفاظ میں منقول ہے:

﴿۴﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَا جَآءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ۔ (۳)

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور نارِ جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو ہتھکڑیاں ڈال کر بند کر دیا جاتا ہے۔‘‘

جنت کا ایک دروازہ روزے داروں کے لیے مخصوص ہوگا

۲۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابٍ مِّنْهَا بَابٌ يُّسَمَّى الرَّيَّانُ لَايَدْخُلُهٗ اِلَّا الصَّآئِمُوْنَ۔ (متفق علیه)

’’حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازے کو ریّان کہتے ہیں۔اس دروازے سے (جنت میں) صرف روزہ رکھنے والے ہی داخل ہوں گے۔‘‘

تشریح : ریّان کا لفظ رَیَّ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں سیراب کرنا، آبپاشی کرنا۔ ریّان سے مراد وہ دروازہ ہے جو سیراب کرنے والا ہے۔

جنت کے دروازوں سے مراد وہ بڑی نمایاں نیکیاں ہیں جن کے ذریعے سے آدمی جنت میں جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی فیاضی، سخاوت اور انفاق فی سبیل اللہ میں بڑھا ہوا ہے۔ وہ نیکی کے دوسرے کام بھی کررہا ہے، روزے بھی رکھتا ہے اور نمازیں بھی پڑھتا ہے لیکن اس کی نمایاں نیکی جس کی وجہ سے وہ ممتاز ہے، انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ چنانچہ یہ انفاق فی سبیل اللہ دراصل جنت کا ایک دروازہ ہے، جس کے ذریعے سے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ پھر مثلاً ایک اور شخص ایسا ہے کہ اس کے اعمال میں نمایاں نیکی جہاد فی سبیل اللہ ہے، تو وہ مجاہدین فی سبیل اللہ کے دروازے سے جنت میں داخل ہوگا۔ اس طرح مختلف آدمیوں کے جو نمایاں اوصاف ہیں ان کے لحاظ سے ان کی حیثیت مشخص ہوتی ہے اور انہی کے لحاظ سے جنت کے وہ دروازے ہیں، جن سے وہ اس میں داخل ہوں گے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ نیکیاں تو دنیا میں بے شمار ہیں، لیکن اگر ان نیکیوں کو تقسیم کریں تو وہ آٹھ بابوں میں تقسیم ہوسکتی ہیں۔ ان آٹھ بابوں میں سے جس باب سے کوئی شخص زیادہ مناسبت رکھتا ہوگا، اسی کے راستے سے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

یہ جو فرمایا کہ ان میں سے ایک دروازہ ریان (سیراب کرنے والا) ہے اور اس سے جنت میں صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ ویسے تو روزہ سارے مسلمان رکھیں گے لیکن جن لوگوں نے کثرت سے روزے رکھے، ان کا پورا پورا حق ادا کیا اور یہی بات پیش نظر رکھی کہ وہ روزے رکھ کر اپنے اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، تو یہ دروازہ ان کے لیے مخصوص ہوگا۔

تخریج ⟨۱⟩ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، ثَنِي اَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابٍ فِيْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانُ لَايَدْخُلُهٗ اِلَّا الصَّآئِمُوْنَ۔ (٤)

ترجمہ : حضرت سہلؓ بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے آٹھ دروازے ہیں، جن میں سے ایک دروازے کو ریان کہتے ہیں۔ اس دروازے سے (جنت میں) صرف روزہ رکھنے والے ہی داخل ہوں گے۔

〈۲〉حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، ثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ ثَنِى ابوحازمٍ، عَنْ سَهْلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُّقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّآئِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَايَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ اَيْنَ الصَّآئِمُوْنَ فَيَقُوْمُوْنَ لَايَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ۔ غَيْرُهُمْ فَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدٌ۔(۵)

ترجمہ : حضرت سہلؓ بن سعد نے نبی ﷺ سے روایت بیان کی ہے کہ جنت میں ایک دروازہ ایسا ہے، جس کا نام ریّان ہے۔ قیامت کے دن اس دروازے میں سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ ان کے سوا اور کوئی دوسرا داخل نہیں ہو سکے گا۔ پکارا جائے گا کہ روزے دار کہاں ہیں؟ (یہ سن کر) روزے دار کھڑے ہو جائیں گے۔ اس دروازہ سے ان کے سوا دوسرا کوئی بھی داخل نہیں ہوگا۔ جب یہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو پھر یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ پس پھر کوئی بھی اس دروازے سے جنت میں داخل نہ ہوگا۔

من دخل فيه شَرِب و من شَرِبَ لَم يَظمأُ اَبَدًا بیان کیا ہے۔ ''جس نے داخل ہو کر جنت کا مشروب نوشِ جان کیا وہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔''

تمام گزشتہ گناہوں کی بخشش کا زمانہ

۳۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (متفق علیه)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور احتساب کے ساتھ، تو اس کے وہ سب گناہ معاف کر دیے جائیں گے جو اس سے پہلے سرزد ہوئے ہوں گے۔ اور جس شخص نے رمضان میں قیام کیا (راتوں کو کھڑے ہو کر عبادت کی) ایمان اور احتساب کے ساتھ، تو معاف کر دیے جائیں گے اس کے وہ قصور جو اس نے پہلے کیے ہوں گے۔ اور جس شخص نے لیلۃ القدر میں قیام کیا، ایمان اور احتساب کے ساتھ تو معاف کر دیے جائیں گے اس کے وہ سب گناہ جو اس نے پہلے کیے ہوں گے۔''

اِحتِسَاب اس چیز کا نام ہے کہ آدمی اپنے تمام نیک اعمال پر صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اجر کا اُمید وار ہو اور خالصتہً اسی کی رضا جوئی کے لیے کام کرے۔

تشریح : اس حدیث میں گناہوں سے معافی کی جو خوشخبری سنائی گئی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والے اور آخرت کی باز پرس سے بے خوف ہیں ان کو اس بات کا لائسنس دیا جا رہا ہے کہ میاں رمضان کے روزے رکھ لو، تراویح پڑھ لو اور لیلۃ القدر میں کھڑے ہو کر تراویح پڑھ لو، تو پچھلا حساب صاف اور پھر گیارہ مہینے تمہیں جو کچھ کرنا ہے کرتے رہو، رشوتیں کھاؤ، لوگوں کے حق مارو، جو ظلم وستم چاہو کرو، رمضان میں آکے پھر عبادت کے لیے کھڑے ہو جانا، روزے رکھ لینا اور نمازیں پڑھ لینا اور پھر پہلے کا کیا ہوا سب معاف ہو جائے گا۔

اس طرح کی احادیث کا مطالعہ کرتے ہوئے اس بات کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ ان کے مخاطب کون لوگ ہیں۔ جیسا کہ پہلے وضاحت کی جا چکی ہے، ان کے مخاطب وہ صلحاء وابرار ہیں جو اپنی زندگیاں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے مطابق بسر کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان سے اگر کوئی لغزش یا گناہ سرزد ہو جاتا تھا تو اس کی نوعیت ایسی ہرگز نہیں ہوتی تھی کہ جیسے ایک آدمی پوری ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ گناہ کا ارتکاب کرے اور پھر اس پر ڈٹا رہے، بلکہ وہاں صورت اس سے یکسر مختلف تھی۔ ان راستباز لوگوں سے اگر کوئی قصور سرزد ہو بھی جاتا تھا تو وہ بشری کمزوری کی وجہ سے ہوتا تھا اور وہ ہر وقت اس پر توبہ کے لیے مستعد رہتے تھے۔ بشری کمزوری سے اگر کسی سے کوئی قصور سرزد ہو جائے اور وہ اس کے بعد نیکی اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کو اپنا شعار بنائے رکھے تو وہ بجائے خود ایک توبہ ہے ـــ توبہ کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ایک آدمی سے کوئی گناہ سرزد ہوا اور اس نے اس سے توبہ کرلی تو یہ بات بھی گناہ کی معافی کا ایک ذریعہ ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک آدمی سے قصور سرزد ہوا اور پھر دوسرے کاموں میں ایسا مشغول ہوا کہ توبہ کرنا بھول گیا تو اس کے بعد اس نے جو نماز پڑھی وہ نماز اس کے لیے پہلے کی لغزش کو اس کے حساب سے صاف کردے گی۔ اسی طرح اگر اس نے روزہ رکھا تو وہ بھی اس کے گناہ کو صاف کردے گا ـــ دراصل توبہ اسی چیز کا نام تو ہے کہ ایک شخص ایک وقت میں ایک قصور کا مرتکب ہوا تھا لیکن اس کے بعد وہ پھر اپنے رب کی طرف پلٹ آیا۔ جیسے ایک نوکر اگر اپنی کسی غلطی کی وجہ سے اپنے مالک کی اطاعت سے نکل جائے لیکن پھر معافی مانگ لے اور خدمت میں حاضر ہو جائے تو اس سے ایک دفعہ قصور سرزد ہو جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مالک اسے ہمیشہ کے لیے اپنی نوکری سے نکال دے گا بلکہ جس وقت وہ آکر معافی مانگتا ہے اور پہلے کی طرح خدمت کرنے لگتا ہے تو مالک اس سے درگزر کرے گا اور اس کی گزشتہ وفاداری کی وجہ سے اس پر پہلے کی طرح مہربان ہو جائے گا۔

ایسا ہی معاملہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ ہے۔ بندہ اگر بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ کا وفادار ہے اور جان بوجھ کر اس کے مقابلے میں استکبار اور سرکشی کرنے والا نہیں ہے تو اگر اس سے کسی وقت کوئی قصور سرزد ہو جاتا ہے اور اس قصور کے بعد وہ پھر خدا کے دربار میں نماز کے لیے حاضر ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی مغفرت سے محروم نہیں رکھے گا کیونکہ اس کا طرزِ عمل یہ بتاتا ہے کہ وہ ٹھوکر تو کھا گیا تھا لیکن اپنے رب سے بھاگا نہیں تھا، اس کا باغی نہیں ہو گیا تھا ـــ اسی بنا پر فرمایا گیا کہ اگر ایک شخص نے ایمان اور احتساب کے ساتھ روزے رکھے تو اس کے پچھلے قصور معاف ہو گئے۔ رمضان میں راتوں کو کھڑے ہو کر عبادت کی تو وہ بھی پچھلے قصوروں کی معافی کا ذریعہ بن گئی۔ اسی طرح اگر وہ لیلۃ القدر میں عبادت کے لیے کھڑا ہوا تو اس کا یہ عمل بھی اس کے پچھلے قصوروں کی معافی کا سبب بن گیا۔[۱]

تخریج ⟨۱⟩: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ : حَفِظْنَاهُ وَاَيَّمَا حَفِظَ مِنَ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ

۱؎ ایمان کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے متعلق ایک مسلمان کا جو عقیدہ ہونا چاہیے وہ عقیدہ ذہن میں پوری طرح تازہ رہے۔ اور احتساب کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اللہ ہی کی رضا کا طالب ہو اور ہر وقت اپنے خیالات اور اپنے اعمال پر نظر رکھے کہ کہیں وہ اللہ کی رضا کے خلاف تو نہیں چل رہا ہے۔ ان دونوں چیزوں کے ساتھ جو شخص رمضان کے پورے روزے رکھ لے گا وہ اپنے پچھلے گناہ بخشوا لے جائے گا، اس لیے کہ اگر وہ کبھی سرکش ونافرمان بندہ تھا بھی تو اب اس نے اپنے مالک کی طرف پوری طرح رجوع کرلیا، اور اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَاذَنْبَ لَهٗ۔ ''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔''
(خطبات ص ۱۹۶)

مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ تَابَعَهٗ سليمان بن كثير عن الزهرى۔(٦)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔(٧)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور احتساب کے ساتھ، تو اس کے وہ سب گناہ معاف کر دیے گئے جو اس سے پہلے سرزد ہوئے تھے۔

انہی سے مروی ایک دوسری روایت:

﴿۳﴾ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔(٨)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے رمضان میں قیام کیا ایمان اور احتساب کے ساتھ تو معاف کر دیے گئے اس کے وہ سب گناہ جو اس نے پہلے کیے تھے۔

امام بخاریؒ نے ایک روایت ابو ہریرہؓ سے کتاب الصوم میں بھی نقل کیا ہے:

﴿۴﴾ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَصَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔(٩)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے لیلۃ القدر میں قیام کیا ایمان اور احتساب کے ساتھ تو معاف کر دیے گئے اس کے وہ سب گناہ جو اس نے پہلے کیے تھے اور جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور احتساب کے ساتھ تو اس کے وہ سب گناہ معاف کر دیے گئے جو اس سے پہلے سرزد ہو گئے تھے۔''

ترمذی نے اس روایت کو درج ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے:

﴿۵﴾ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَقَامَهٗ اِيْمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔(١٠)

(هذا حديث صحيح)

قال ابو عيسىٰ وحديث ابى هريرة الذى رواه ابوبكر بن عياش حديث غريب لانعرفه من رواية ابى بكر بن عياش، عن الاعمش، عن ابى صالح، عن ابى هريرة الا من حديث ابى بكرو سألت محمد بن اسماعيل عن هذا الحديث فقال نا الحسن بن الربيع نا ابو الاحوص عن الاعمش عن مجاهد قولهٗ اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فذكر الحديث۔

قال محمد و ھذا اصح عندی من حدیث ابی بکر بن عیّاش۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور اس میں قیام کیا ایمان اور احتساب کے ساتھ، تو اس کے وہ سب گناہ معاف کر دیے گئے جو اس نے اس سے پہلے کیے تھے۔

روزے کے اجر کی کوئی حد نہیں

٤۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضَاعَفُ، اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّوْمُ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ، یَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِیْ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا كَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ امْرُءٌ صَائِمٌ۔ (متفق علیہ)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے کئی گنا بڑھایا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک نیکی دس گُنی تک اور دس گُنی سے سات سو گُنی تک بڑھائی جاتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزے کا معاملہ اس سے جُدا ہے، کیونکہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا ــــ روزہ دار اپنی شہوات نفس اور اپنے کھانے پینے کو میرے لیے چھوڑتا ہے ــــ روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہیں۔ ایک فرحت افطار کے وقت کی اور دوسری فرحت اپنے رب سے ملاقات کے وقت کی ــــ اور روزہ دار کے منہ کی بساند اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے ــــ اور روزے ڈھال ہیں، پس جب کوئی شخص تم میں سے روزے سے ہو تو اسے چاہیے کہ نہ اس میں بدکلامی کرے اور نہ دنگا فساد کرے ــــ اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوچ کرے یا لڑے تو وہ اس سے کہہ دے کہ بھائی میں روزے سے ہوں۔"

تشریح: یہ جو فرمایا کہ دوسری نیکیاں تو دس گُنی سے لے کر سات سو گُنی تک بڑھائی جاتی ہیں لیکن روزے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسری نیکیاں اللہ کے لیے نہیں ہیں اور اللہ ان کی جزا نہیں دے گا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق روزہ اس کے لیے خاص ہے اور وہ اس کی جتنی چاہے گا جزا دے گا۔ جب یہ فرمایا کہ دوسری نیکیاں سات سو گُنی تک بڑھائی جاتی ہیں اور اس کے مقابلے میں استثناء کے ساتھ روزے کے متعلق فرمایا کہ میں ہی اس کی جزا دوں گا تو اس سے یہ مراد ہے کہ روزے کے اجر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے گا روزہ دار کو اس کا اجر دے گا۔

تخریج〈۱〉: حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِیَةَ وَوَكِیْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْسَعِیْدِ ن الْاَشَجُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا وَكِیْعٌ، حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: كُلُّ عَمَلِ

بُنِ اٰدَمَ یُضَاعَفُ، اَلْحَسَنَةُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا الصَّوْمُ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ یَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِیْ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَآءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فِیْهِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ۔(۱۱)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابنِ آدم کا ہر عمل کئی گنا بڑھایا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک نیکی دس گنی تک اور دس گنی سے سات سوگنی تک بڑھائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزے کا معاملہ اس سے جُدا ہے، کیونکہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزہ دار اپنی شہواتِ نفس اور اپنے کھانے پینے کو میرے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہیں۔ ایک فرحت افطار کے وقت کی اور دوسری فرحت اپنے رب سے ملاقات کے وقت کی ـــــ اور روزہ دار کے منہ کی بساند اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔

ابوہریرہؓ سے مروی ایک دوسری روایت:

〈۲〉 یَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : قَالَ اللّٰهُ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّیَامَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا كَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْقَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ امْرُؤٌ صَائِمٌ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَخُلُوْفُ فِی الصَّآئِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ ـ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ یَفْرَحُهُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَاِذَا لَقِیَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ۔(۱۲)

ترجمہ : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ابنِ آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے مگر روزے کا معاملہ اس سے جدا ہے کیونکہ وہ میرے لیے ہی ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزے ڈھال ہیں پس جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو اسے چاہیے کہ اس میں نہ بدکلامی کرے اور نہ دنگا فساد کرے ـــــ اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوچ کرے یا لڑے تو وہ اس سے کہہ دے کہ بھائی میں روزے سے ہوں ـــــ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بساند اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ اطیب ہے۔ روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہیں جن سے وہ فرحت ولذّت پاتا ہے ایک جب وہ افطار کرتا ہے اس وقت فرحت محسوس کرتا ہے اور دوسرے جب وہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے گا اس وقت اپنے روزے کی وجہ سے فرحت پائے گا۔

مسلم کی روایت میں عِنْدَ اللّٰهِ کے بعد یوم الْقِیٰمة کا اضافہ ہے۔

ابوداؤد نے اس طرح روایت کی ہے:

〈۳〉 اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ صَائِمًا فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَجْهَلْ فَاِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهٗ اَوْ شَاتَمَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ اِنِّیْ صَائِمٌ۔ (۱۳)

”روزے ڈھال ہیں۔ جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو بدکلامی نہ کرے اور جہالت کی بات نہ کرے۔ پس پھر بھی اگر کوئی اس سے لڑے یا گالی گلوچ کرے تو اسے کہہ دے کہ برادرم میں روزے سے ہوں، میں روزے سے ہوں۔“

بخاری نے ایک اور روایت نقل کی ہے:

﴿۴﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: الصِّيَامُ جُنَّةٌ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ فَاِنِ امْرُءٌ قَاتَلَهٗ اَوْ شَاتَمَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ يَتْرُكُ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَشَهْوَتَهٗ مِنْ اَجْلِیْ اَلصِّيَامُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ وَالْحَسَنَاتُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا۔(١٤)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، روزے ڈھال ہیں، پس روزے دار نہ بدکلامی کرے اور نہ طیش میں آئے۔ پھر بھی اگر کوئی اس سے لڑے یا گالم گلوچ ہو تو اسے کہہ دینا چاہیے کہ صاحب میں تو روزے سے ہوں۔ دو مرتبہ، فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے روزے دار کے منہ کی بساند اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے زیادہ طیب اور عمدہ ہے، روزے دار اپنا کھانا پینا اور اپنی شہواتِ نفس محض میرے لیے ترک کرتا ہے۔ روزے میرے لیے ہیں اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اور جہاں تک نیکیوں کی افزائش کا تعلق ہے تو دس گنی تک بڑھتی ہیں۔

روزے کی غیر معمولی فضیلت کیوں؟

بات دراصل یہ ہے کہ دوسری تمام نیکیاں آدمی کسی نہ کسی ظاہری فعل سے انجام دیتا ہے۔ مثلاً نماز ایک ظاہری فعل ہے۔ نماز پڑھنے والا نماز میں اٹھتا اور بیٹھتا ہے، رکوع اور سجدہ کرتا ہے، اس طرح یہ ایک نظر آنے والی عبادت ہے ــــ اسی طرح حج اور زکوٰۃ کا معاملہ ہے۔ لیکن اس کے برعکس روزہ کسی ظاہری فعل سے ادا نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک ایسا مخفی فعل ہے جو فقط آدمی اور اس کے خدا کے درمیان ہوتا ہے ــــ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ روزہ دراصل اللہ کے حکم کی تعمیل کی ایک منفی شکل ہے۔ مثلاً نہ کھانا اور نہ پینا اور اسی طرح جن دوسری چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے باز رہنا۔ اس منفی فعل کو یا تو آدمی خود جان سکتا ہے یا اس کا رب، کسی تیسرے کو معلوم نہیں ہوسکتا ہے کہ یہ منفی فعل اس نے کیا ہے یا نہیں۔ مثلاً اگر ایک آدمی چھپ کر کھا پی لے تو کسی کو اس کا علم نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ وہ روزہ نہ رکھتے ہوئے بھی کہہ سکتا ہے کہ میں روزے سے ہوں اور کوئی شخص یقین کے ساتھ یہ نہیں جان سکتا کہ آیا وہ روزے سے ہے یا نہیں۔ اگر وہ روزے سے ہے تو اس بات کو صرف وہ جانتا ہے اور اگر روزے سے نہیں تو اس کو بھی اس کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ اسی وجہ سے روزے کا معاملہ صرف خدا اور اس کے بندے کے درمیان ہوتا ہے اور اسی بنا پر اس میں ریا کا امکان نہیں ہوتا ــــ ایک آدمی دنیا کو دکھانے کے لیے بیشک یہ کہتا پھرے کہ میں روزے سے ہوں لیکن حقیقتِ صوم کے اندر اس ریاکاری کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ وہ خدا کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ اسی لیے فرمایا کہ روزہ خاص میرے ہی لیے ہے، "وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ" میں ہی اس کی جزا دوں گا۔[1]

---

[1] **س:** اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور اس کا اجر میں ہی دوں گا۔ عبادات تو ساری اللہ کے لیے ہی ہوتی ہیں اور اجر بھی وہی دیتا ہے۔ پھر اس ارشاد کا کیا مطلب ہے؟

ج: کوئی بادشاہ اگر کسی کو انعام دینا چاہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ انعام اسے بھجوا دے اور دوسری صورت یہ ہے کہ انعام اسے خود دے۔ ان دو صورتوں میں جو فرق ہے اسی سے سمجھ لیجیے کہ روزہ اور دوسری عبادات کے اجر میں کیا فرق ہے۔ (۱۵ اے ذیلدار پارک حصہ دوم ص ۸۷-۸۸)

مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ روزے کی جزا بے حدو حساب دے گا۔[1] جتنے گہرے جذبے اور اخلاص کے ساتھ آپ روزہ رکھیں گے، اللہ تعالیٰ کا جتنا تقویٰ اختیار کریں گے، روزے سے جتنے کچھ روحانی و دینی فوائد حاصل کریں گے اور پھر بعد کے دنوں میں بھی ان فوائد کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں گے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی جزا بڑھتی چلی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزے کی اس غیر معمولی فضیلت و مقبولیت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ روزہ دار اپنی شہواتِ نفس اور کھانے پینے کو صرف اللہ ہی کی خاطر چھوڑتا ہے، اس لیے وہ بھی اسے آخرت میں بے حدو حساب اَجر سے نوازے گا۔

روزہ دار کے لیے دو فرحتیں

فرمایا کہ روزہ رکھنے والے کے لیے دو فرحتیں ہیں۔ ایک فرحت افطار کے وقت کی، اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت کی۔

مراد یہ ہے کہ جو فرحت ایک روزہ دار کو افطار کے وقت ملتی ہے وہ افطار پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس سے زیادہ فرحت اسے اس وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملے گا اور وہاں اس کو معلوم ہوگا کہ جو عمل وہ دنیا میں کر کے آیا ہے اس کی یہاں کتنی بڑی جزا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے کس قدر قرب سے نوازا ہے اور اس کی کتنی خوشنودی اسے حاصل ہوئی ہے۔

فرمایا: ''روزہ دار کے مُنہ کی بساند اللہ تعالیٰ کو مُشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔'' کوئی شخص اپنے مُنہ کو چاہے کتنا ہی صاف رکھنے والا اور دانتوں کی صفائی کرنے والا ہو لیکن کئی گھنٹوں تک کھانے پینے سے رُکے رہنے کی وجہ سے اِس کے مُنہ میں ایک خاص قسم کی بساند پیدا ہو جاتی ہے۔ اِس لیے کسی روزہ دار کے منہ میں اس طرح کی بساند محسوس ہو تو اُس سے نفرت نہ کرنی چاہیے کیونکہ یہ بساند اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسند ہے۔

روزہ برائیوں کے مقابلے میں آدمی کی ڈھال

فرمایا کہ روزے ڈھال ہیں، پس جب کوئی شخص تم میں سے روزے سے ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس میں نہ بدکلامی کرے، نہ دنگا فساد۔

روزہ کے ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کارزارِ حیات میں انسان کو برائیوں سے بچانے والی ڈھال ہے۔ جس طرح دشمن کا وار ڈھال پر روکا جاتا ہے اسی طرح برائی کا کوئی موقع پیدا ہونے پر اگر ایک شخص یہ خیال کر کے کہ وہ روزے سے ہے اس برائی سے بچ جاتا ہے تو اس کا روزہ اس کے لیے برائی کے مقابلے میں ڈھال کے بہ منزلہ ہے۔

---

[1] یعنی روزے کے معاملے میں بالیدگی و افزونی کا امکان بے حدو حساب ہے۔ آدمی اس سے تقویٰ حاصل کرنے کی جتنی کوشش کرے اتنا ہی وہ بڑھ سکتا ہے۔ صفر کے درجہ سے لے کر اوپر لاکھوں، کروڑوں، اربوں گنا تک وہ جا سکتا ہے، بلکہ بلانہایت ترقی کر سکتا ہے۔ پس یہ معاملہ چونکہ آدمی کی اپنی استعدادِ اخذ وقبول پر منحصر ہے، کہ روزہ سے تقویٰ حاصل کرے یا نہ کرے، اور کرے تو کس حد تک کرے۔ (اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کرنے والے کی نیت اور نیکی کے نتائج کے لحاظ سے تمام اعمال پھلتے پھولتے ہیں اور ان کی ترقی کے لیے ایک حد ہے مگر روزے کی ترقی کے لیے کوئی حد نہیں۔ رمضان چونکہ خیر اور صلاح کے پھلنے اور پھولنے کا موسم ہے اور اس موسم میں ایک شخص نہیں، بلکہ لاکھوں کروڑوں مسلمان مل کر اس نیکی کے باغ کو پانی دیتے ہیں۔ اس لیے یہ بے حدو حساب بڑھ سکتا ہے۔ جتنی زیادہ نیک نیتی کے ساتھ اس مہینہ میں عمل کرو گے، جس قدر زیادہ برکتوں سے خود فائدہ اٹھاؤ گے اور اپنے دوسرے بھائیوں کو فائدہ پہنچاؤ گے اور پھر جس قدر زیادہ اس مہینہ کے اثرات بعد کے گیارہ مہینوں میں باقی رکھو گے، اُتنا ہی یہ پھلے پھولے گا، اور اس کے پھلنے اور پھولنے کی کوئی انتہا نہیں ہے، تم خود اپنے عمل سے محدود کر لو تو یہ تمہارا اپنا قصور ہے۔ (خطبات، روزہ: تربیت کے لیے...)

اِس ڈھال کی مدد کرنے اور اس کو مضبوط بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی خود بدکلامی نہ کرے، خود کسی کو بُرا نہ کہے اور خود کسی سے نہ لڑے۔ یہ ڈھال کی پہلی مدد ہے۔ اس کی دوسری مدد یہ ہے کہ کوئی دوسرا شخص لڑنے کو آئے تو اُس سے کہے کہ بابا میں تو روزے سے ہوں۔ اگر تم گالی دو گے تو میں نہیں دوں گا۔ اس کے بعد یہ ڈھال اس قدر مضبوط ہو جاتی ہے کہ آدمی کو ہر برائی سے بچا سکتی ہے۔

اگر ایک آدمی نے لوگوں سے خود جھگڑا کیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اپنی اِس ڈھال میں خود شگاف پیدا کر لیا جو اس کو بُرائی سے بچانے والی تھی۔ اگر کوئی دوسرا شخص اس سے لڑنے کو آیا اور یہ بھی آستینیں چڑھا کر کھڑا ہو گیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ڈھال خود توڑ تاڑ کر پھینک دی۔ اب ایک وار وہ کرے گا اور دوسرا یہ کرے گا۔ لیکن اگر ایک آدمی اپنے روزے کی اِس ڈھال سے کام لے تو یہ ڈھال یقیناً اسے برائیوں سے بچائے گی۔

جہنم سے آزادی حاصل کرنے کا مہینہ

۵۔ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَّفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَّيُنَادِىْ مُنَادِيًا يَّا بَاغِىَ الْخَيْرِ اَقْبِلْ وَ يَا بَاغِىَ الشَّرِّ اَقْصِرْ، وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ۔ (ترمذی ، ابن ماجہ)

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین اور وہ جنّ جو برائی پھیلانے پر کمر بستہ رہتے ہیں باندھ دیے جاتے ہیں، اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، اور پھر ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا، اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور پھر ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ اور پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے بھلائی کے طالب آگے بڑھ اور اے بُرائی کے طالب رُک جا۔ اور اللہ کی طرف سے بہت سے لوگ ہیں جو آگ سے بچنے والے ہیں ـــــ اور یہ ہر رات کو ہوتا ہے۔“

تشریح: چونکہ اسلامی تقویم کا انحصار قمری مہینوں پر ہے اور قمری مہینے ہلال سے شروع ہوتے ہیں اس لیے اسلام میں ہر مہینے کا آغاز رات سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ماہِ رمضان ہلال دیکھنے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر یہاں رمضان کی پہلی رات کے متعلق فرمایا گیا کہ ان میں شیاطین اور برائی وفساد پھیلانے والے جنّ باندھ دیے جاتے ہیں۔

رمضان کی اس خصوصیت کے بارے میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ اس کا ظہور ساری دنیا میں نہیں ہوتا بلکہ یہ صرف مومنینِ صالحین کی بستیوں کے اندر ہوتا ہے۔

شیطان کیوں کر جکڑا جاتا ہے؟

رمضان کی آمد پر شیاطین کا باندھا جانا دراصل اس بات کا نتیجہ ہوتا ہے کہ مومن صالح رمضان کا آغاز ہوتے ہی اپنی خواہشاتِ نفس پر وہ پابندیاں قبول کرتا ہے جو عام زمانے میں اس پر نہیں ہوتیں۔ مثلاً عام زمانے میں تو پانی اس کے لیے حلال

ہے لیکن رمضان کے زمانے میں بارہ سے چودہ پندرہ گھنٹے تک وہ اس پر حرام ہو جاتا ہے۔ عام دنوں میں اس کے لیے کھانا کھانا اور خواہشِ نفس کو پورا کرنا، بشرطیکہ جائز طریقے سے ہو، حلال ہے لیکن رمضان کے زمانے میں یہ چیزیں کئی کئی گھنٹے کے لیے اس پر حرام ہو جاتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ ایک مومن پر رمضان کے مہینے میں اُس کے نفس، اُس کی خواہشات اور آزادیٔ عمل پر ایسی پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں جو دوسرے دنوں میں نہیں ہوتیں۔ جب مومن ان پابندیوں کو قبول کر لیتا ہے اور اپنے آپ کو ان میں جکڑ لیتا ہے تو اِس کا شیطان بھی جکڑا جاتا ہے۔ اگر مومن بھی اپنے آپ کو خواہشِ نفس کا غلام بنائے رکھے اور شریعت کی پابندیاں قبول نہ کرے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا شیطان جکڑا نہیں گیا بلکہ بدستور کھلا پھر رہا ہے اور اپنا کام کیے جارہا ہے۔ پس خوب سمجھ لیجیے کہ جس شخص نے اپنے نفس پر شریعت کی پابندیاں عائد کر لیں تو جس لمحے اس نے ایسا کیا اُسی لمحے اس کا شیطان بھی زنجیروں میں جکڑا گیا۔ اِسی طرح اِدھر اس نے اپنے اوپر شریعت کی پابندیاں عائد کیں اور اُدھر جنت کے سارے دروازے اس کے لیے کھل گئے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے گئے۔ یہ ہے مفہوم شیطانوں کے جکڑے جانے کا، دوزخ کے دروازے بند ہونے کا اور جنت کے دروازے کھلنے کا۔ اور یہ چیزیں وہیں ظہور پذیر ہوں گی جہاں مومنین صالحین بستے ہوں۔ اس سے یہ مراد نہیں لی جاسکتی کہ ساری دنیا کے شیطان باندھ دیے جاتے ہیں۔ اور آج کل تو شیاطین خود مسلمانوں کی بستیوں میں رمضان کے مہینے میں کھلے پھرتے ہیں۔ جو لوگ مسلمان ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزیاں کرتے ہیں ظاہر بات ہے کہ ان کا شیطان تو نہ صرف یہ کہ کھلا پھر رہا ہے بلکہ ان پر پوری طرح سے تسلّط جمائے ہوئے ہے ـــــ مقیّد تو صرف اس شخص کا شیطان ہوگا جس نے اپنی خواہشات نفس پر پابندیاں اور اللہ کے احکام کو خود پر نافذ کیا۔

رمضان کی پکار

● پھر فرمایا کہ پکارنے والا پکارتا ہے، اے بھلائی کے طالب آگے بڑھ اور اے برائی کے طالب رُک جا!

پکارنے والے سے مراد یہ نہیں کہ کوئی شخص کھڑا ہو کر یہ صدا لگاتا ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کی پابندی کرنے والوں کو رمضان کی آمد ہی سے اس بات کی اطلاع مل جاتی ہے کہ نیکیاں کرنے اور برائیوں سے بچنے کا زمانہ آ گیا ہے۔ جس وقت اس بات کا اعلان ہوتا ہے کہ رمضان کا چاند دیکھ لیا گیا ہے تو یہ اعلان اپنے اندر اس بات کو متضمن رکھتا ہے کہ اے بھلائی کے طالب! آگے بڑھ، یہ وقت ہے بھلائیاں لوٹ لے جانے کا۔ وہ زمانہ شروع ہو گیا ہے جس میں تو بھلائیوں سے اپنی جھولی بھر سکتا ہے ـــــ اور اے برائی کے طالب! رُک جا، یہ وقت ہے تیرے رُک جانے کا، کیونکہ وہ زمانہ شروع ہو گیا ہے جس میں تیری ایک معمولی سی برائی بھی بہت بڑی قرار پائے گی۔ اور اس کے برعکس تیری ایک معمولی سی بھلائی بھی بے انتہا نشوونما پائے گی۔ اس لیے اب تو تجھے برائیوں سے رک ہی جانا چاہیے!

آگ سے چھٹکارا پانے والے

● پھر فرمایا کہ ''رمضان میں اللہ کے بہت سے بندے ایسے ہیں جو آگ سے آزادی حاصل کرتے ہیں۔''

عَتِیق کے معنی ہیں آزاد آدمی ـــــ اس ارشاد سے مراد یہ ہے کہ بہت سے بندے ایسے ہیں جو اس زمانے میں اپنے نیک اعمال کی بدولت جہنم کی آگ سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ہر انسان کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ اپنا شمار ان بندوں میں کرانے کا سامان کہاں تک کر رہا ہے۔

• "اور یہ ہر رات کو ہوتا ہے۔"

اس سے مراد یہ ہے کہ رمضان المبارک کی جو برکتیں اور خصوصیّات اس کی پہلی رات کو ظہور میں آتی ہیں ان سب کا ظہور رمضان کی ہر رات میں بدستور جاری رہتا ہے۔

اجتماعی روزے کا مہینہ قرار دے کر رمضان سے شارع نے یہی کام لیا ہے۔ جس طرح آپ دیکھتے ہیں کہ ہر غلّہ اپنا موسم آنے پر خوب پھلتا پھولتا ہے اور ہر طرف کھیتوں پر چھایا ہوا نظر آتا ہے۔ اسی طرح رمضان کا مہینہ گویا خیر و صلاح اور تقویٰ وطہارت کا موسم ہے۔ جس میں برائیاں دبتی ہیں، نیکیاں پھیلتی ہیں، پوری پوری آبادیوں پر خوف خدا اور حبِّ خیر کی رُوح چھا جاتی ہے اور ہر طرف پرہیزگاری کی کھیتی سر سبز نظر آنے لگتی ہے۔ اس زمانہ میں گناہ کرتے ہوئے آدمی کو شرم آتی ہے۔ ہر شخص خود گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے کسی دوسرے بھائی کو گناہ کرتے دیکھ کر اسے شرم دلاتا ہے۔ ہر ایک کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ کچھ بھلائی کا کام کرے، کسی غریب کو کھانا کھلائے کسی ننگے کو کپڑا پہنائے، کسی مصیبت زدہ کی مدد کرے۔ کہیں کوئی نیک کام ہو رہا ہو تو اس میں حصہ لے۔ کہیں کوئی بدی ہو رہی ہو تو اسے روکے۔ اس وقت لوگوں کے دل نرم ہو جاتے ہیں، ظلم سے ہاتھ رُک جاتے ہیں، برائی سے نفرت اور بھلائی سے رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ توبہ اور خشیت وانابت کی طرف طبیعتیں مائل ہوتی ہیں۔ نیک بہت نیک ہو جاتے ہیں اور بد کی بدی اگر نیکی میں تبدیل نہیں ہوتی تب بھی اس جلاب سے اس کا اچھا خاصا تنقیہ ضرور ہو جاتا ہے۔ غرض اس زبردست حکیمانہ تدبیر سے شارع نے ایسا انتظام کر دیا ہے کہ ہر سال ایک مہینہ کے لیے پوری اسلامی آبادی کی صفائی ہوتی رہے، اس کو اوور ہال کیا جاتا رہے، اس کی کایا پلٹی جائے اور اس میں مجموعی حیثیت سے روحِ اسلامی کو از سرِ نو زندہ کر دیا جائے۔

سکتہ کے مریض کا آخری امتحان اس طرح کیا جاتا ہے کہ اِس کی ناک کے پاس آئینہ رکھتے ہیں۔ اگر آئینہ پر کچھ دُھندلاہٹ پیدا ہو تو سمجھتے ہیں کہ ابھی جان باقی ہے، ورنہ اس کی زندگی کی آخری امید بھی منقطع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی کسی بستی کا تمہیں امتحان لینا ہو تو اسے رمضان کے زمانہ میں دیکھو۔ اگر اس مہینہ میں اس کے اندر کچھ تقویٰ، کچھ خوف خدا، کچھ نیکی کے جذبہ کا ابھار نظر آئے تو سمجھو ابھی زندہ ہے۔ اور اگر اس مہینہ میں بھی نیکی کا بازار سرد ہو، فسق وفجور کے آثار نمایاں ہوں اور حِس مردہ نظر آئے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھ لو۔ اس کے بعد زندگی کا کوئی سانس "مسلمان" کے لیے مقدر نہیں ہے۔ (اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر ص ۱۱۲ تا ۱۱۵)

تخریج (۱): حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ كُرَيْبٍ، نا اَبُوْبَكْرِبْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النِّيْرَانِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَّيُنَادِىْ مُنَادٍ يَا بَاغِىَ الْخَيْرِ اَقْبِلْ وَيَابَاغِىَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَآءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ۔ (۱۰۵)

وفی الباب عن عبد الرحمن بن عوف وابنِ مسعود وسلمان۔

نسائی نے اس روایت کو دو طرح سے نقل کیا ہے:

〈۲〉 اَخبرَنَا مُحَمَّدُ بُنُ مَنصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفیَانُ،عَنُ عَطَاءِ بُنِ السَّائِبِ،عَنُ عَرُفَجَة، قَالَ: عُدُنَا عُتبَة بنَ فَرُقَدٍ فَتذَاکَرُنَا شَهرَ رَمَضَانَ فَقَالَ : مَا تَذُکُرُونَ؟ قُلُنَا: شَهرُ رَمَضَانَ، قَالَ: سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ یَقُولُ:تُفتَحُ فِیهِ اَبوَابُ الُجَنَّةِ وَتُغلَقُ فِیهِ اَبوَابُ النَّارِ وَتُغَلُّ فِیهِ الشَّیَاطِینُ وَیُنَادِی مُنَادٍ کُلَّ لَیلَةٍ یَا بَاغِیَ الُخَیرِ هَلُمَّ وَیَابَاغِیَ الشَّرِّ اَقصِرُ۔

ترجمہ : عرفجہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے عتبہ بن فرقد کی بیمار پرسی کی۔ اسی اثناء میں ہم نے باہم رمضان کے بارے میں مذاکرہ شروع کردیا۔ عتبہ نے پوچھا کیا مذاکرہ کررہے ہو؟ ہم نے کہا رمضان کے بارے میں بات کررہے تھے۔ اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ اس ماہ میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور آگ یعنی جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں۔ شیاطین کو جکڑ کر بند کردیا جاتا ہے۔ ہر رات پکارنے والا پکارتا ہے۔ ''اے طالب خیر آگے بڑھ۔ اور اے برائی کے متلاشی رک جا۔''

قال ابوعبدالرحمن هذا خطاءٌ۔

〈۳〉اخبرنا محمد بن بشّار، قال:حدثنا محمد، قال : حدثنا شعبة، عن عطاء بن السائب عن عرفجة، قال: کنت فی بیت فیه عتبة بن فرقد فَارَدُتُّ ان اُحَدِّثَ بحدیثٍ و کان رجلٌ من اصحاب النبی ﷺ کانَّهٗ اَولٰی بالحدیثِ منی فحدّث الرجل، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: فِی رَمَضَانَ تُفُتَحُ فِیهِ اَبوَابُ السَّمَآءِ وَتُغُلَقُ فِیهِ اَبوَابُ النَّارِ وَیُصَفَّدُ فِیهِ کُلُّ شَیطَانٍ مَّرِیدٍ وَّیُنَادِی مُنَادٍ کُلَّ لَیلَةٍ یَا طَالِبَ الُخَیرِ هَلُمَّ وَیَاطَالِبَ الشَّرِّ اَمسِكُ۔(۱۶)

ترجمہ : نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ رمضان میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور نار جہنّم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کو ہتھکڑی ڈال ڈال کر جکڑ دیا جاتا ہے۔ اور ہر رات منادی کرنے والا منادی کرتا ہے اے خیر طلب کرنے والے آگے بڑھ، اور اے شر کے طلب کرنے والے رُک جا۔

ہزار مہینوں سے بہتر رات

۶۔ عَنُ اَبِی هُرَیرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : اَتَاکُم رَمَضَانُ، شَهرٌ مُبَارَكٌ، فَرَضَ اللّٰهُ عَلَیكُم صِیَامَهٗ، تُفَتَحُ فِیهِ اَبوَابُ السَّمَآءِ وَتُغُلَقُ فِیهِ اَبوَابُ الُجَحِیمِ وَتُغَلُّ فِیهِ مَرَدَةُ الشَّیَاطِینِ، لِلّٰهِ فِیهِ لَیلَةٌ خَیرٌ مِّنُ اَلُفِ شَهرٍ، مَنُ حُرِمَ خَیرَهَا فَقَدُ حُرِمَ۔ (احمد، نسائی)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم پر رمضان کا مبارک مہینہ آیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تم پر روزے فرض کیے ہیں۔ اس میں آسمان (جنت) کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے

ہیں اور سرکش شیاطین باندھ دیے جاتے ہیں۔ اس میں اللہ کی طرف سے ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ جو اس رات کی بھلائی سے محروم رہا وہ بس محروم ہی رہ گیا۔‘‘

تشریح: یہ حدیث بھی نبی ﷺ کے ان خطبات میں سے ہے جو آپؐ رمضان المبارک کی آمد کے موقع پر صحابہ کرامؓ کو اس مبارک مہینے کی اہمیت اور برکات سے آگاہ فرمانے کے لیے دیا کرتے تھے۔ اس میں آپؐ نے پہلی بات یہ بتائی کہ رمضان بڑی ہی برکت والا مہینہ ہے اور اس کے روزے امت پر فرض کیے گئے ہیں۔

اَلْبَرَکَۃُ کے اصل معنی ہیں افزایش کے۔ رمضان کے مہینے کو مبارک مہینہ اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کے اندر بھلائیاں نشو ونما پاتی ہیں اور نیکیوں کو افزونی نصیب ہوتی ہے۔ اس کے برعکس برائیاں بڑھنے کے بجائے سکڑتی چلی جاتی ہیں اور ان کی ترقی رک جاتی ہے۔

- دوسری بات یہ فرمائی: ’’اس مہینے میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔‘‘

اس سے مراد لَیْلَۃُ الْقَدْر ہے۔ یعنی وہ رات جس میں قرآن مجید نازل ہوا، جیسا کہ خود قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ فِی لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰکَ مَالَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ۝

’’ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔ اور تم کیا جانو کہ شبِ قدر کیا ہے۔ شبِ قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔‘‘

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کا نزول انسانیت کے لیے عظیم الشان خیر کی حیثیت رکھتا ہے اور انسان کے لیے اس سے بڑی کوئی خیر نہیں ہوسکتی۔ اس لیے فرمایا گیا کہ وہ رات جس میں یہ قرآن مجید نازل ہوا ہے ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ دوسرے لفظوں میں پوری انسانی تاریخ میں کبھی ہزار مہینوں میں بھی انسانیت کی بھلائی کے لیے وہ کام نہیں ہوا ہے جو اس ایک رات میں ہوا ہے۔ ہزار مہینوں کے لفظ کو گنے ہوئے ہزار نہ سمجھنا چاہیے بلکہ اس سے بہت بڑی کثرت مراد ہے — چنانچہ اس رات میں، جو اپنی بھلائی کے لحاظ سے ہزار مہینوں سے بھی افضل ہے، جس آدمی نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اس سے لَو لگائی اُس نے بہت بڑی بھلائی حاصل کرلی — کیونکہ اس رات میں بندے کا اللہ کی طرف رجوع کرنا یہی معنی تو رکھتا ہے کہ اسے اس رات کا پورا پورا احساس ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان پر یہ کتنا بڑا احسان کیا ہے کہ اپنا کلام نازل فرمایا۔ اس لیے جس آدمی نے اس رات میں عبادت کا اہتمام کیا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا اور اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ اس کے دل میں قرآن مجید کی صحیح قدر و قیمت کا احساس موجود ہے۔

- ’’جو اس رات کی بھلائی سے محروم رہا وہ محروم ہی رہ گیا۔‘‘

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص اس رات میں اللہ کی عبادت کے لیے کھڑا نہیں ہوتا تو گویا اُسے قرآن مجید کی اس نعمتِ عظمیٰ کا احساس ہی نہیں ہے جو اس رات میں اللہ تعالیٰ نے اتاری تھی۔ اگر اُسے اِس بات کا احساس ہوتا تو وہ ضرور رات کے وقت عبادت کے لیے کھڑا ہوتا اور شکرادا کرتا کہ اے اللہ! یہ تیرا احسانِ عظیم ہے کہ تو نے مجھے قرآن جیسی نعمت عطا فرمائی ہے۔ بے شک یہ بھی تیرا احسان ہے کہ تو نے مجھے کھانے کے لیے روٹی اور پہننے کے لیے لباس عطا فرمایا۔ لیکن تیرا اصل احسانِ عظیم مجھ پر یہ ہے کہ تو نے مجھے ہدایت دی اور دینِ حق کی روشنی دکھائی۔ مجھے تاریکیوں میں بھٹکنے سے بچایا اور علمِ حقیقت

کی وہ روشن شمع عطا کی جس کی وجہ سے میں دنیا میں سیدھے راستے پر چل کر اس قابل ہوا کہ تیری خوشنودی حاصل کر سکوں ــــ پس جس شخص کو اس نعمت کی قدر و قیمت کا احساس ہوگا وہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے کھڑا ہوگا اور اس کی بھلائی لوٹ لے جائے گا۔لیکن جو شخص اس رات میں ادائے شکر کے لیے خدا کے حضور کھڑا نہیں ہوا وہ اس کی بھلائی سے محروم رہ گیا اور درحقیقت ایک بہت بڑی بھلائی سے محروم رہ گیا۔

تخریج〈۱〉: اَخْبَرَنَا بِشْرُبْنُ هِلَالٍ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ فَرَضَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ تُفْتَحُ فِيْهِ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَتُغْلَقُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجَحِيْمِ وَتُغَلُّ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ لِلّٰهِ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ ۔(۱۷)

〈۲〉 عَنْ قِلَابَةَ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ قَالَ: شَهْرُ رَمَضَانَ اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْحَضَرَ، وَاِنَّهٗ شَهْرٌ مُبَارَكٌ، اِفْتَرَضَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ تُغْلَقُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجَحِيْمِ وَتُفْتَحُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجِنَانِ، وَتُغَلُّ فِيْهِ الشَّيَاطِيْنُ، فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ ۔(۱۸)

ترجمہ : حضرت قلابہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شہر رمضان ــــ یقیناً یہ مہینہ آچکا ہے۔اور یہ بابرکت مہینہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کیے ہیں۔اس میں جہنّم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور جنان یعنی جنتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔اور اس میں شیاطین باندھ دیے جاتے ہیں۔اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے۔جو اس کی بھلائی سے محروم رہا وہ بس محروم ہی رہ گیا۔

〈۳〉 عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِذَا دَخَلَتْ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ، فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجِنَانِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ الشَّهْرَ كُلَّهٗ، وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِفَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ الشَّهْرَ كُلَّهٗ، وَغُلِّقَتْ مَرَدَةُ الْجِنِّ ثُمَّ يَكُوْنُ لِلّٰهِ عُتَقَاءُ، يُعْتِقُهُمْ مِنَ النَّارِ عِنْدَ وَقْتِ كُلِّ فِطْرٍ عَبِيْدٌ وِاَمَآءٌ ۔(۱۹)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو جنتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں پھر پورا مہینہ اس کا کوئی ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا، اور نارِ جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں پھر پورا مہینہ ان میں سے کوئی ایک بھی کھولا نہیں جاتا۔اور سرکش جنوں کو بھی بند کر دیا جاتا ہے پھر اللہ کی طرف سے بہت سے اس کے بندے اور بندیاں ہیں جنہیں وہ دوزخ کی آگ سے آزاد کرتا ہے۔یہ عمل ہر افطار کے وقت ہوتا ہے۔

روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے

۷۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَلصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، يَقُوْلُ

الصِّيَامُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ، وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ۔ (بیهقی)

''حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کرتے ہیں۔ روزہ کہتا ہے کہ اے رب، میں نے اس کو دن بھر کھانے (پینے) اور شہوات سے روکے رکھا، تو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما ـــ اور قرآن کہتا ہے کہ (اے رب) میں نے اسے رات کو سونے سے روکے رکھا، تو میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما ـــ پس دونوں کی شفاعت قبول فرمالی جائے گی۔''

تشریح: اس کا یہ مطلب نہیں کہ روزہ اور قرآن کوئی جاندار ہیں جو کھڑے ہو کر یہ بات کہتے ہیں، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ روزہ دار کا روزہ رکھنا اور قرآن پڑھنے والے کا قرآن پڑھنا دراصل خود اپنے اندر ایک شفاعت رکھتا ہے۔ جب روزہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے کہ اس بندے نے روزہ رکھا ہے تو اس پیشی کے ساتھ ساتھ روزے کی یہ شفاعت بھی موجود ہوتی ہے کہ یہ بندہ آپ کی خاطر دن بھر بھوکا پیاسا رہا۔ یہ چھپ کر کھا پی سکتا تھا اور دوسری خواہشات بھی پوری کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس بندے نے چونکہ آپ کی خاطر دن بھر بھوک پیاس برداشت کی ہے اور اپنی دوسری خواہشات پر بھی پابندیاں عائد کیے رکھی ہیں اس لیے اس کے قصور معاف فرما دیجیے۔

اسی طرح ایک شخص رات کو جو قرآن مجید پڑھتا ہے جب وہ قرآن اللہ کے حضور پیش کیا جاتا ہے کہ آج اس بندے نے اتنا قرآن مجید پڑھا ہے تو قرآن کا وہ پیش کیا جانا ہی خود اپنے اندر ایک شفاعت رکھتا ہے اور وہ شفاعت یہ ہے کہ اس بندے نے دن بھر کے تھکا ماندہ ہونے کے باوجود آپ کی رضا جوئی کی خاطر رات کو (نماز میں) کھڑے ہو کر قرآن پڑھا اس لیے اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں۔

ظاہر بات ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ قیامت کے روز مومنینِ صالحین کی شفاعت فرمائیں گے اسی طرح خود آدمی کے اعمال بھی اس کے حق میں شفیع ہوتے ہیں۔ آدمی کے اعمال خدا کے حضور یہ شفاعت کرتے ہیں کہ یہ آدمی یہ یہ نیکیاں کر کے آیا ہے اس لیے اسے بخش دیجیے اور اس سے درگزر فرمائیے۔

نبی ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق ـــ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے حق میں روزے اور قرآن مجید کی یہ شفاعتیں قبول فرما لیتا ہے۔

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ ثَنَا مُوْسَى بْنُ دَاوُدَ، ثَنَا بْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ حُيَيِّ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْحُبُلِیْ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَلصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَیْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ قَالَ فَيُشَفَّعَانِ۔ (۲۰)

لیلۃ القدر سے محرومی بہت بڑی محرومی ہے

۸۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ

وَفِیهِ لَیلَةٌ خَیرٌ مِّنْ اَلفِ شَهرٍ۔ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَیرَ کُلَّهٗ وَلَایُحرَمُ خَیرَهَا اِلَّا کُلُّ مَحْرُوْمٍ۔ (ابن ماجہ)

''حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہ مہینہ تمہارے اوپر آیا ہے اور اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے، جو اس سے محروم رہ گیا وہ تمام کی تمام بھلائی سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم وہی رہتا ہے جو ہے ہی بے نصیب۔

تشریح : اس مقام پر یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ لیلۃ القدر کے متعلق یہ وضاحت نہیں کی گئی ہے کہ وہ کون سی رات ہے۔ نبی ﷺ نے جو کچھ بتایا ہے وہ بس یہ ہے کہ وہ رات رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں آتی ہے۔ یعنی وہ رات اکیسویں ہوسکتی ہے بائیسویں نہیں، تیئسویں ہوسکتی ہے چوبیسویں نہیں، وعلیٰ ہٰذا القیاس وہ آخری عشرہ کی طاق رات ہے۔ یہ فرمانے کے بعد اس بات کو بغیر تعیّن کے چھوڑ دیا گیا کہ وہ کون سی رات ہے۔ عام طور پر لوگ ستائیسویں رمضان کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ لیلۃ القدر ہے۔ لیکن یہ بات قطعیت کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی کہ رمضان کی ستائیسویں شب ہی لیلۃ القدر ہے۔ البتہ جو بات تعیّن کے ساتھ کہی جا سکتی ہے وہ فقط یہ ہے کہ وہ آخری عشرے کی کوئی طاق رات ہے۔

لیلۃ القدر کا قطعی طور پر تعیّن نہ کرنے میں یہ حکمت کارفرما نظر آتی ہے کہ آدمی ہر طاق رات میں اس امید پر اللہ کے حضور کھڑا ہوکر عبادت کرے کہ شاید یہی لیلۃ القدر ہو ـــ لیلۃ القدر اگر اس نے پالی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ جس چیز کا طالب تھا وہ اسے مل گئی، اس کے بعد اس نے جو چند مزید راتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاریں تو اس کی نیکی میں مزید اضافے کا موجب بنیں گی۔

اس مقام پر ایک اور بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ چونکہ ساری دنیا میں رمضان کی ایک ہی تاریخیں نہیں ہوتیں اور ان میں ردّ و بدل ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے یہ بات یقین سے کہنا مشکل ہے کہ کس آدمی کو واقعی وہ اصل رات میسّر آ گئی۔ اس لیے ایک طالب صادق کو ہر رمضان میں اسے تلاش کرنا چاہیے۔ رمضان کا جو آخری عشرہ اعتکاف کے لیے مقرر کیا گیا ہے اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اعتکاف کا ثواب آدمی کو الگ ملے اور چونکہ اعتکاف کی حالت میں اس کی تمام طاق راتیں عبادت میں گزریں گی اس لیے اس بات کی توقع کی جا سکتی ہے کہ اسے ان میں کبھی نہ کبھی وہ رات بھی لازماً مل جائے گی۔

بعض لوگ اپنی جگہ لیلۃ القدر کی تلاش کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ رات کو باہر نکل کر یہ دیکھا جائے کہ فضا میں کوئی ایسی علامت پائی جاتی ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ قدر کی رات ہے۔ فضا میں کوئی ایسا نور برس رہا ہے جس سے اس کا لیلۃ القدر ہونا ثابت ہو جائے۔ لیکن دراصل یہ طرزِ فکر مطابقِ حقیقت نہیں ہے۔ بیشک یہ نور برستا ہے، لیکن یہ نور تو پورے رمضان میں اور رمضان کی ہر رات میں برستا ہے، البتہ اس کے لیے وہ آنکھیں چاہئیں جو اس کو دیکھ سکیں۔ یہ نور درحقیقت آپ کی عبادات کے اندر برستا ہے۔ یہ نور تقویٰ اور خدا کی رضا طلبی کے اندر آپ کے انہماک میں، بھلائیوں کے لیے آپ کے ذوق و شوق میں، اور عبادات کے لیے آپ کے خلوص و اہتمام میں اور فی الجملہ آپ کے ایک ایک فعل میں برستا ہے۔

تخریج : حَدَّثَنَا اَبُو بَدرٍ عَبَّادُ بْنُ الْوَلِیدِ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِلَالٍ ثَنَا عِمرَانُ الْقَطَّانُ، عَنْ قَتَادَةَ،

عَنْ اَنَس بْنِ مَالِكٍ قَالَ: دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا مَحْرُوْمٌ۔(۲۱)

رحمت، مغفرت اور نجات کا مہینہ

۹۔ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ آخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ: يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُّزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ، مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ۔ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :

يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ، وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ۔ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (البیهقی)

''حضرت سلمان فارسیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ کو خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تمہارے اوپر ایک بڑا بزرگ مہینہ سایہ فگن ہوا ہے۔ یہ بڑی برکت والا مہینہ ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس کی ایک رات (ایسی ہے کہ) ہزار مہینوں سے زیادہ افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے (اس کے) روزے فرض کیے ہیں اور اس کی راتوں کے قیام کو تطوع (نفل) قرار دیا ہے۔ جس شخص نے اس مہینے میں کوئی نیکی کر کے اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کی تو وہ اس شخص کے مانند ہے جس نے دوسرے دنوں میں کوئی فرض ادا کیا۔ اور جس نے اس مہینے میں ایک فرض ادا کیا تو وہ ایسا ہے جیسے دوسرے دنوں میں اس نے ستّر فرض ادا کیے ــــ اور رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے، اور یہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنے کا مہینہ ہے، اور یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس میں کسی روزہ دار کا روزہ کھلوائے تو وہ اس کے گناہوں کی مغفرت اور اس کی گردن کو دوزخ کی سزا سے بچانے کا ذریعہ ہے اور اس کے لیے اتنا ہی اجر ہے جتنا اس روزہ دار کے لیے روزہ رکھنے کا ہے، بغیر اس کے کہ اس روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی واقع ہو ــــ حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ ہم (صحابہ کرامؓ) نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو یہ توفیق میسّر نہیں ہے کہ کسی روزہ دار کا روزہ کھلوائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ اجر اس شخص کو بھی دے گا جو کسی روزہ دار کو دودھ کی لسّی سے روزہ کھلوادے یا ایک کھجور کھلادے یا ایک گھونٹ پانی پلادے ــــ اور جو شخص کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلادے تو اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض سے پانی پلائے گا۔ (اس حوض سے پانی پی کر) پھر اسے پیاس محسوس نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہوجائے گا ــــ

اور یہ وہ مہینہ ہے کہ جس کے آغاز میں رحمت ہے، وسط میں مغفرت ہے اور آخر میں دوزخ سے رہائی ہے ــ اور جس نے رمضان کے زمانے میں اپنے غلام سے ہلکی خدمت لی اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور اس کو دوزخ سے آزاد کر دے گا۔‘‘

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے (اور یہ بات پہلے بھی بیان کی جا چکی ہے) کہ رسول اللہ ﷺ نے فضائل رمضان اور روزوں سے متعلق ہدایات بالعموم رمضان کے آنے سے پہلے شعبان کے جمعوں یا دوسرے اجتماعات میں دی ہیں۔ رمضان کے زمانے میں جو خطبے حضورؐ دیتے تھے اگرچہ ان میں بھی احکام کا بیان ہوتا تھا لیکن خاص طور پر آپؐ کا طریقہ یہ تھا کہ رمضان کے آنے سے پہلے شعبان کے مہینے میں ایسے خطبے ارشاد فرمایا کرتے تھے جن میں رمضان کی فضیلت اور روزوں کے احکام کا بیان ہوتا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس خطبے میں فرمایا:

- ’’لوگو! تمہارے اوپر ایک مہینہ ایسا آ رہا ہے جو عظیم ہے، یعنی بزرگی والا اور بڑی برکت والا ہے۔‘‘

ماہ رمضان کے بزرگ یا بابرکت ہونے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ اس کے دنوں، گھنٹوں یا منٹوں میں فی نفسہٖ کوئی ایسی برکت شامل ہے جو لوگوں کو خود بخود حاصل ہو جاتی ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ایسے مواقع پیدا کر دیتا ہے جن کی بدولت تم اس کی بے حد وحساب برکات سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ اس مہینے میں ایک آدمی اللہ تعالیٰ کی جتنی زیادہ عبادت کرے گا اور نیکیوں کے جتنے زیادہ کام کرے گا وہ سب اس کے لیے زیادہ سے زیادہ روحانی ترقی کا وسیلہ بنیں گے۔ اس لیے اس مہینے کے بزرگ اور بابرکت ہونے کا مطلب درحقیقت یہ ہے کہ اس کے اندر تمہارے لیے برکتیں سمیٹنے کے بے شمار مواقع فراہم کر دیے گئے ہیں۔

- ’’یہ وہ مہینہ ہے جس کی ایک رات ایسی ہے کہ ہزار مہینوں سے زیادہ افضل ہے۔‘‘

اس سے مراد لیلۃ القدر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا۔ اس کے ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ کبھی ہزار مہینے میں بھی نوعِ انسانی کی فلاح کا وہ کام نہ ہوا ہو گا جتنا اس ایک رات میں ہوا۔

ــ ’’اللہ تعالیٰ نے رمضان کے (دنوں کے) روزے فرض کیے ہیں اور اس کی راتوں کے قیام کو تطوّع (نفل) قرار دیا ہے۔‘‘

ــ تطوّع سے مراد وہ کام ہے جو آدمی اپنے دل کی خوشی سے (VOLUNTARILY) انجام دے، بغیر اس کے کہ وہ اس پر فرض کیا گیا ہو۔

رمضان میں دن کے روزے کو فرض اور رات کے قیام کو نفل قرار دے کر فرض اور نفل عبادات دونوں کے فائدوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ ادائے فرض کے فائدے کچھ اور ہیں اور از خود اپنی رضا و رغبت سے، بغیر اس کے کہ کوئی چیز لازم قرار دی گئی ہو، اللہ کی عبادت کرنے کے فائدے کچھ اور ہیں۔ اگر ایک آدمی اپنی ڈیوٹی بجا لاتا ہے تو وہ اس پر ایک اور قسم کے انعام کا مستحق ہوتا ہے اور اگر وہ اپنی ڈیوٹی سے بڑھ کر اپنے دل کی رضا سے کوئی خدمت بجا لاتا ہے تو اس پر وہ کسی اور قسم کے انعام کا مستحق ہوتا ہے۔ ایک چیز وہ ہے جس پر وہ مزدوری کا مستحق ہے اور دوسری چیز وہ ہے جس پر اسے بونس (BONUS) کا مستحق قرار دیا

جائے گا ___ معلوم ہوا کہ اس ماہ میں دو قسم کے مواقع پیدا کر دیے گئے ہیں۔ایک تو ڈیوٹی عائد کر دی گئی ہے جس کے اجر کے آپ الگ مستحق ہوں گے اور ایک چیز آپ کے تطوّع پر چھوڑ دی گئی ہے کہ آپ اپنی رضا و رغبت سے راتوں کو عبادت کے لیے کھڑے ہوں تو اس پر آپ کو مزید انعامات ملیں گے ___ یہ گویا اس چیز کی تشریح ہے کہ اس بزرگ مہینے میں کیا کیا برکتیں رکھ دی گئی ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: ''جس شخص نے اس مہینے میں کوئی نیکی کر کے اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کی اس کو ایسا اجر ملے گا جیسا کہ دوسرے دنوں میں فرض ادا کرنے پر ملتا ہے، اور جس نے اس مہینے میں فرض ادا کیا وہ ایسا ہے جیسے دوسرے دنوں میں اس نے ستر فرض ادا کیے۔''

چونکہ یہاں فَرِیْضَة کے مقابلے میں خَصْلَةٌ مِنَ الْخَیْرِ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اس لیے ان سے خود بخود یہ معنی نکلتے ہیں کہ ان سے مراد نفل نیکی ہے۔یعنی جو آدمی اس مہینے نفل کے طور پر کوئی نیکی کرتا ہے اسے اس پر ایسا اَجر ملے گا جیسا دوسرے زمانے میں فرض ادا کرنے پر ملتا ہے۔

تخریج: اَخْبَرَنَا اَبُوْعَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، ثَنَا اَبُوْبَکْرٍ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الضَّرِیْرُ باکاری بِالرَّیِّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَرجِ الْاَزْرَقُ، ثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَکْرٍ السَّهْمِیُّ، ثنا اِیَاسُ بْنُ عَبْدِ الْغَفَّارِ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ زَیْدِ بْنِ جُدْعَانَ، وَاَخْبَرَنَا اَبُوْنَصْرِ بْنُ قَتَادَةَ، ثَنَا اَبُوْ عَمْرٍو اِسْمَاعِیْلُ بْنُ نُجَیْدٍ، ثَنَا جَعْفَرُبْنُ مُحَمَّدِ بْنِ (سوار)، اَخْبَرَنِیْ عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ،وَاَخْبَرَنَا اَبُوْسَعْدٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِیْ عُثْمَانَ الزَّاهِدُ، ثنا اَبُوْعَمْرٍو مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مَطَرٍ، ثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ (نَصْرٍ) الْحَافِظُ، ثنا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ۔

وَاَخْبَرَنَا اَبُوْ زَکَرِیَّا بْنُ اَبِیْ اسْحَاقَ الْمُزَکِّی، ثَنَا وَالِدِی، قَالَ: قَرَأَ عَلَیَّ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ بْنِ خُزَیْمَةَ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ حُجْرٍ السَّعْدِیَّ حَدَّثَهُمْ ثَنَا یُوْسُفُ بْنُ زِیَادٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ یَحْیٰی، عَنْ عَلِیِّ بْنِ زَیْدِ بْنِ جُدْعَانَ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ، عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ، قَالَ : خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِیْ آخِرِ یَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ : اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّکُمْ شَهْرٌ عَظِیْمٌ۔ الحدیث۔(۲۲)

رمضان کے زمانے میں یہ فرق کیوں ہوتا ہے؟

رمضان کے زمانے میں عام دنوں کی بہ نسبت اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ عام دنوں میں تو آدمی بڑی حد تک یا ایک حد تک انفرادی حیثیت سے عبادات و فرائض کی بجا آوری کرتا ہے لیکن رمضان کا زمانہ وہ ہے جسے بحیثیت مجموعی پوری قوم کے لیے نیکی کا موسم قرار دیا گیا ہے۔ساری قوم بیک وقت روزہ رکھتی اور افطار کرتی ہے۔سب ایک ہی وقت میں جا کر تراویح پڑھتے اور دوسری عبادات انجام دیتے ہیں۔اس طرح پوری قوم کے اندر نیکی کا ایک عام ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔اس لیے اس زمانے میں نیکی خوب پھلتی پھولتی ہے۔بالکل اسی طرح جس طرح بارش کے زمانے میں فصل عام زمانے کی بہ نسبت خوب بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہے۔چنانچہ رمضان کے دنوں میں آدمی جو نیکی بھی کرتا ہے وہ اکیلے اسی کی نیکی نہیں ہوتی بلکہ بے شمار

نیکیاں مل کر اس کو بڑھا رہی ہوتی ہیں۔ پھر چونکہ رمضان نیکیوں کا عام موسم ہے اس لیے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا فیضان بھی عام ہوتا ہے۔ ایک آدمی جو نفل نماز بھی پڑھے، کسی کے ساتھ بھلائی کا جو کام بھی کرے، جو خیرات بھی کرے اسے اس پر اتنا اجر ملے گا جتنا عام دنوں میں فرض ادا کرنے پر ملتا ہے۔ اسی طرح رمضان کے زمانے میں اگر کوئی شخص فرض ادا کرتا ہے، خواہ وہ زکوٰۃ یا نماز یا روزہ ہو، تو اسے اس کا اتنا اجر ملے گا جتنا اس کو عام دنوں میں ستر گُنا زکوٰۃ نکالنے، ستر نمازیں پڑھنے یا ستر روزے رکھنے کا ملتا ہے۔

—"صبر" کے معنی عربی لغت میں باندھنے اور روکنے کے ہیں۔ اس مقام پر صبر سے مراد ہے اپنے آپ کو اتنا باندھنا اور ایسا ضبطِ نفس کرنا کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرے اور اس کی اطاعت کے دائرے سے باہر نہ نکلے۔

ارشاد فرمایا کہ صبر ہی کا ثواب جنت ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ ایک آدمی اگر جنت حاصل کرتا ہے تو اسی وجہ سے حاصل کرتا ہے کہ وہ اپنے نفس پر اتنا قابو پانے میں کامیاب ہو جاتا ہے کہ اس کی خواہشات نفس بے لگام نہیں ہونے پاتیں اور وہ ان کو رضائے الٰہی کا پابند بنا دیتا ہے۔

اس صبر کی جتنی مشق رمضان میں ہوتی ہے اتنی اور کسی زمانے میں نہیں ہوتی۔ رمضان میں آدمی مسلسل چوبیس گھنٹے صبر کی مشق کرتا ہے۔ سحری کا وقت اس کے اٹھنے کا نہیں ہوتا لیکن وہ اٹھتا ہے۔ وہ وقت کھانے کا نہیں ہوتا لیکن وہ اپنے نفس سے کہتا ہے کہ تیرے رب نے یہی وقت تیرے کھانے کے لیے مقرر کیا ہے، اس وقت کھانا ہے تو کھالے ورنہ دن بھر تجھے بھوکا رہنا پڑے گا۔ گویا اس طرح اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے آپ کے نفس کی لگام آپ کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور آپ اس پر سوار ہوتے ہیں (بجائے اس کے کہ یہ آپ پر سوار ہو) جس وقت اللہ کا حکم ہوا بس اسی وقت کھانا پینا بند ہو گیا۔ پھر آپ کا ہاتھ نہ کھانے کی طرف بڑھتا ہے نہ پینے کی طرف — دن بھر آپ پر خواہ کچھ ہی گزر جائے آپ اپنے نفس کو بے قابو نہیں ہونے دیتے۔ پھر جس وقت اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے آپ فوراً افطار کرتے ہیں — آگے وہ احادیث آرہی ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات نہایت پسند ہے کہ بندہ افطار میں جلدی کرے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ روزہ دار محض اللہ کے حکم کی وجہ سے رکا ہوا تھا ورنہ اس کو ایسی بھوک اور پیاس لگی تھی کہ وہ کھانے اور پینے میں ایک لمحہ کی دیر کرنے والا نہیں تھا۔

یہ ہے وہ طریقہ جس سے آپ کو اپنے نفس پر قابو پانے اور صبر کرنے کی مشق کرائی جاتی ہے اور یہی وہ صبر ہے جس کا نتیجہ جنت ہے کیونکہ اسی صبر کی بدولت تو آپ اس پر قادر ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام و ہدایات کی خلاف ورزی سے بچیں اور ہر حال میں اس کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنا شعار بنائے رکھیں۔

- پھر فرمایا کہ "یہ مہینہ مواساۃ کا مہینہ ہے۔"

مُواسَاۃ کے معنی ہیں باہم ہمدردی کرنا اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں کام آنا — رمضان کے شَھرُ المُوَاساۃ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اس مہینہ میں لوگوں کو ایک دوسرے کی مدد اور ہمدردی کرنے کی تربیت دی جاتی ہے کیونکہ ایک آدمی کو جب خود بھوک کا تجربہ ہوتا ہے تبھی اسے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ دوسرے پر بھوک میں کیا گزرتی ہے اور وہ کس قسم کی ہمدردی کا مستحق ہوتا ہے۔

• ''اور یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔''

_____ کوئی شخص ناپ تول کر یا حساب لگا کر تو یہ نہیں بتا سکتا کہ رمضان میں اس کی آمدنی کتنی بڑھی یا اس کی تنخواہ میں کیا اضافہ ہوا لیکن لاکھوں، کروڑوں مسلمانوں کا یہ تجربہ ہے کہ رمضان میں جیسا کچھ وہ کھا پی لیتے ہیں۔ عام حالات میں وہ ان کو میسّر نہیں آتا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لازماً کوئی ایسی برکت ہے جو اس مہینے میں اللہ تعالیٰ مومن کے رزق میں ڈال دیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ''جو شخص کسی کا روزہ کھلوائے تو وہ اس کے گناہوں کی مغفرت کا اور اس کی گردن کو دوزخ کی سزا سے بچانے کا ذریعہ ہے اور اس کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا اس روزہ دار کو روزہ رکھنے کا ملے گا بغیر اس کے کہ اس روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی ہو۔''

_____ یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل اتنا محدود نہیں ہے کہ وہ روزہ دار کے اجر میں سے کاٹ کر افطار کرانے والے کو کچھ دے دے کہ یہ تیرے افطار کرانے کا اجر ہے۔ نہیں بلکہ جتنا اجر روزہ رکھنے والے کو ملتا ہے اتنا ہی اجر اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے اس شخص کو دیتا ہے جو روزہ افطار کراتا ہے۔

یاد رہے کہ یہ اَجر اُن افطاریوں کے لیے نہیں ہے جو بطور ریاکاری کے اپنی شان وشوکت کے مظاہرے کے لیے کرائی جاتی ہیں اور جن سے مقصود لوگوں کو یہ دکھانا ہوتا ہے کہ حضرت کتنے دولت مند ہیں اور راہِ خدا میں کس قدر خرچ کرنے والے ہیں۔

_____ یہاں جس اجر کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ تو ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ کی خاطر لوگوں کو افطار کرائیں اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ ان لوگوں کو افطار کرائیں جو بہتر افطار کرنے کے قابل نہیں ہیں، بہ نسبت اس کے کہ کھاتے پیتے لوگوں کو افطار کرایا جائے۔

اوپر کی سطور میں نبی ﷺ کے جن ارشادات کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ بتاتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو اتنی توفیق نہیں ہے کہ روزہ دار کا روزہ کھلوائے ___ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اجر تو ہر اس شخص کا ہے جو کسی روزہ دار کو دودھ یا لسی پلا دے یا ایک کھجور کھلا دے یا ایک گھونٹ پانی پلا دے ___ یعنی یہ اَجر بڑی بھاری افطاریوں کا نہیں ہے بلکہ یہ تو محض روزہ کھلوا دینے کا اجر ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ کیسے ہی سادہ طریقے سے کھلوایا گیا ہو۔

• پھر فرمایا: ''اور جو شخص کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے پانی پلائے گا۔ پھر اسے اس وقت تک پیاس محسوس نہ ہوگی جب تک وہ جنت میں داخل نہ ہو جائے۔''

احادیث میں آتا ہے کہ میدانِ حشر میں پانی کا ایک حوض ہوگا جسے حوض کوثر کہا جاتا ہے۔ اس حوض کے محافظ اور نگراں خود نبی ﷺ ہوں گے۔ اس سے پانی وہی پیے گا جس کو نبی ﷺ پلائیں گے۔ کسی دوسرے شخص کو اس سے پانی پینے کا موقع نہیں ملے گا۔ پھر اس حوض کے سوا میدانِ حشر میں کوئی دوسرا حوض بھی نہیں ہوگا جہاں سے کوئی شخص پانی پی سکے۔ حضور نبی کریم ﷺ اس حوض پر صرف انہی لوگوں کو آنے دیں گے جو اس قابل ہوں گے کہ آگے جا کر جنت میں داخل ہو سکیں۔

چنانچہ جو شخص ایک روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلاتا ہے اسے میدانِ حشر میں حوضِ کوثر سے پانی ملے گا تا آنکہ وہ جنت میں داخل ہو جائے۔

میدانِ حشر کے متعلق یہ بات بھی احادیث سے معلوم ہوتی ہے کہ وہاں کوئی سایہ اللہ کے سائے کے سوا نہیں ہوگا اور وہ سایہ صرف نیک آدمیوں کو میسّر آئے گا۔ بدآدمیوں کے لیے وہ سایہ نہیں ہوگا ـــــ تصور کیجیے کہ اس میدانِ حشر میں جہاں اللہ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، اس شخص کو برابر پانی ملتا رہے گا جو یہاں کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کے کھانا کھلاتا ہے۔

● پھر فرمایا ''اور یہ وہ مہینہ ہے جس کے آغاز میں رحمت ہے، وسط میں مغفرت ہے اور آخر میں دوزخ سے رہائی ہے۔[ا]''

ـــــــ یعنی ادھر اس مبارک مہینے کی آمد پر آپ روزہ رکھنا شروع کرتے ہیں اُدھر اللہ کی رحمت آپ پر سایہ فگن ہو جاتی ہے۔ پھر رمضان کے وسط تک پہنچتے پہنچتے اللہ تعالیٰ آپ کے قصوروں سے درگزر فرمالیتا ہے اور آپ کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اس طرح جب آپ رمضان کے آخر تک پہنچتے ہیں تو ادھر آپ آخری روزہ رکھتے ہیں ادھر آپ کو دوزخ کے خطرے سے آزادی حاصل ہو جاتی ہے۔

اس آزادی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب آخری روزے کی وجہ سے آپ کو دوزخ سے آزادی حاصل ہوگئی تو آپ آزاد ہیں کہ جو جی چاہے کرتے پھریں، اب آپ پر کوئی گرفت نہیں ہوگی ـــــ ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ بعض لوگ رمضان کے ختم ہوتے ہی وہ سب پابندیاں توڑ ڈالتے ہیں جو اس مبارک مہینے میں انہوں نے اپنے اوپر عائد کر رکھی ہوتی ہیں ـــــ بس رمضان ختم ہوا اور وہ عین عید کے دن (شوال کی پہلی ہی تاریخ کو) سینما دیکھنے چلے گئے اور پھر اس سے آگے بڑھ کر ناچ گانے کا شوق بھی کر لیا ـــــ پھر کہیں بیٹھ کر کچھ تھوڑا بہت جوا وغیرہ بھی کھیل لیا۔ یہ سب کچھ اگر ایک شخص نے کر ڈالا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ادھر وہ دوزخ کے خطرے سے آزاد ہوا اور ادھر اس نے پھر اس میں کودنے کی تیاریاں شروع کر دیں ـــــ ظاہر بات ہے کہ کوئی بھلا آدمی جس کے دل میں ایمان کی کچھ روشنی اور خوفِ خدا کی کوئی رمق موجود ہو یہ کھیل نہیں کھیل سکتا۔

● ''اور جس نے رمضان کے مہینے میں اپنے غلام (یا نوکر) سے ہلکی خدمت لی اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے آزاد کر دے گا۔''

ـــــــ رمضان کے زمانے میں آدمی کو اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ جیسے وہ خود روزے سے ہے ویسے ہی اس کا نوکر بھی روزے سے ہے۔ نوکر اور خادم سے اس طرح گس کر خدمت لینا کہ جیسے وہ تو روزے سے نہیں ہے اور آپ ہیں کہ روزہ رکھ کر نڈھال ہوئے جاتے ہیں، یہ کسی بھلے آدمی کا کام نہیں ہوسکتا۔ جو شخص رمضان کے زمانے میں اپنے نوکر کے کام میں تخفیف کرتا ہے اور اس سے نرمی برتتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ سے بچائے گا۔

[ا] س: ''مولانا! حدیث میں رمضان المبارک کے متعلق آتا ہے کہ اس کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے، دوسرا مغفرت کا اور تیسرا عتق من النار یعنی آگ سے نجات کا۔ عتق من النار، مغفرت کا نتیجہ ہے اور یہ چیز مغفرت میں آجاتی ہے۔ پھر مغفرت کے بعد عتق من النار کی کیا ضرورت تھی؟''

ج: ''رحمت، مغفرت اور عتق من النار یہ کوئی تین مختلف چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی سلسلے کے مختلف پہلو ہیں۔ ایک بات بیان کرنی ہو تو اسے کئی پہلوؤں سے بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص کو کھلایا پلایا گیا۔ اب یہاں کھلایا کہہ دینا کافی تھا۔ اس کے ساتھ پلانا کہنا زائد معلوم ہوتا ہے۔ لیکن بہر حال کہنے کا یہ ایک خاص انداز ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ حدیث میں جن تین چیزوں کا ذکر ہوا ہے۔ وہ بھی دراصل سمجھانے کا ایک انداز ہے اور تین چیزیں ایک ہی بات کے تین پہلو ہیں۔'' (۱۵ اے ذیلدار پارک حصہ دوم ص ۸۷)

موجودہ زمانے میں بعض لوگ ایسے ہیں کہ اپنے ماتحتوں سے — نوکروں یا غلاموں سے نہیں — رمضان کے زمانے میں معمول سے زیادہ کس کر کام لیتے ہیں۔ گویا وہ اپنے عمل سے یہ بات کہتے ہیں کہ اچھا تم نے روزہ رکھنے کی گستاخی کی ہے۔ اب تمہاری سزا یہ ہے کہ تمہاری ڈیوٹی عام دنوں سے دُگنی ہوگئی ہے تاکہ تمہیں ذرا معلوم تو ہو کہ اس زمانے میں اور ہمارے زیرِ سایہ تم روزہ رکھنے کی جسارت کرتے ہو۔ لیکن خوب سمجھ لیجیے کہ رسول اللہ ﷺ کی واضح ہدایت یہ ہے کہ اگر تمہارا کوئی غلام بھی ہے (یہاں مملوک کا لفظ ہے، خادم کا لفظ نہیں ہے) تو تمہارا یہ کام ہے کہ رمضان کے زمانے میں اس سے سخت قسم کا کام نہ لو۔ بلکہ اس کے ساتھ نرمی برتو اور اسے ہر ممکن سہولت دو۔ اس بات کا صلہ، اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے لیے یہ ہوگا کہ وہ تمہیں دوزخ کی آگ سے بچائے گا۔

رمضان المبارک میں حضورؐ کی شفقت اور فیاضی کی دو مثالیں

۱۰۔ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا دَخَلَ شَھْرُ رَمَضَانَ اَطْلَقَ کُلَّ اَسِیرٍ وَاَعْطٰی کُلَّ سَائِلٍ۔ (بیھقی)

”حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ جب رمضان آتا تھا تو آپ ہر اسیر کو رہا کر دیتے تھے اور ہر سائل کو کچھ نہ کچھ دیتے تھے۔“

تشریح: رسول اللہ ﷺ کی شفقت، رحم دلی، نرمی، عطاو بخشش اور فیاضی کا جو حال عام دنوں میں تھا وہ تو تھا ہی، کہ یہ چیزیں آپ کے اخلاقِ کریمانہ کا حصّہ تھیں، لیکن رمضان المبارک میں خاص طور پر ان میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ اس زمانے میں چونکہ آپؐ معمول سے کہیں زیادہ گہرائی سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے اور اللہ کے ساتھ آپ کی محبت میں شدت آجاتی تھی اس لیے آپ کی نیکیاں بھی عام دنوں کی بہ نسبت کہیں زیادہ بڑھ جاتی تھیں۔ جیسا کہ خود حضورؐ کا ارشاد ہے کہ عام دنوں میں فرض ادا کرنے کا جو ثواب ملتا ہے وہ رمضان میں نفل ادا کرنے پر ملتا ہے۔ اس لیے آپؐ رمضان کے زمانے میں بہت کثرت سے نیکیاں کرتے تھے۔ یہاں حضورؐ کے عمل میں سے دو چیزیں مثال کے طور پر بیان کی گئی ہیں۔ اسیروں کو رہا کرنا اور مانگنے والوں کو دینا۔

رسول اللہ ﷺ کے اس عمل کے بارے میں کہ ”آپ رمضان میں ہر قیدی کو رہا کر دیتے تھے۔“ محدثین کے درمیان بحثیں پیدا ہوئی ہیں۔ مثلاً ایک سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جرم کی پاداش میں قید ہے تو اس کو محض رمضان کے مہینے کی وجہ سے رہا کر دینا یا سزا نہ دینا کس طرح انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہوسکتا ہے؟ — اس بناء پر اس قول کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ بعض محدثین کے نزدیک اس سے مراد جنگی قیدی ہیں۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہوسکتے ہیں جو اپنے ذمے کا قرض ادا نہ کرسکنے کی وجہ سے ماخوذ ہوں۔ نبی ﷺ ان کی طرف سے ان کا قرض ادا کر کے ان کو آزاد کر دیتے تھے۔ اس طرح کی بعض دوسری توجیہات بھی اس قول کی کی گئی ہیں — اگر غور کیا جائے تو اس کی ایک اور شکل بھی ہوسکتی ہے۔ مثلاً آج کل کے زمانے میں ایک طریقہ پیرول (PAROLE) پر رہا کرنے کا ہے، یعنی قیدی کو قول لے کر رہا کر دینا۔ قیدی کو اس اُمید پر رہا کر دیا جاتا ہے کہ وہ رہائی کی مدت ختم ہونے کے بعد خود واپس آجائے گا — وہ معاشرہ ایسا تھا کہ اس میں اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ جس قیدی کو رہا کیا جارہا ہے وہ یہ خیال کر کے کہ اب مجھے کون پکڑتا ہے کسی ایسی جگہ

فرار ہو جائے گا جہاں سے اس کو پکڑنا ممکن نہ رہے گا وہ تو ایسے لوگ تھے کہ اگر ان سے کوئی قصور سرزد ہو جاتا تھا تو خود آ کر اس کا اعتراف کرتے تھے تاکہ ان کو سزا دے کر پاک کر دیا جائے ــــ اس لیے ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ کے مذکورہ عمل کی شکل یہ رہی ہو کہ حضورؐ ایسے لوگوں کو، جن کی سزا معاف نہ ہو سکتی تھی، رمضان کے زمانے میں مشروط طور پر رہا کر دیتے ہوں تاکہ وہ رمضان کا مبارک زمانہ اپنے گھروں پر گزاریں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

نیکی کی حرص

دوسری احادیث میں حضورؐ نے بتایا ہے کہ روزے کی حالت میں آدمی کو زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنے چاہئیں اور ہر بھلائی کا شوقین بن جانا چاہیے۔ خصوصاً اس حالت میں اس کے اندر اپنے دوسرے بھائیوں کی ہمدردی کا جذبہ تو پوری شدت کے ساتھ پیدا ہو جانا چاہیے، کیونکہ وہ خود بھوک پیاس کی تکلیف میں مبتلا ہو کر زیادہ اچھی طرح محسوس کر سکتا ہے کہ دوسرے بندگانِ خدا پر غریبی اور مصیبت میں کیا گزرتی ہوگی۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ خود سرکارِ رسالت مآب ﷺ رمضان میں عام دنوں سے زیادہ رحیم اور شفیق ہو جاتے تھے کوئی سائل اس زمانے میں حضورؐ کے دروازے سے خالی نہ جاتا تھا اور کوئی قیدی اس زمانے میں قید نہ رہتا تھا۔

تخریج : حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعْدٍ الزَّاهِدُ، ثنا اَبُوْبَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُبَيْرٍ النَّسَوِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ يَاسِيْنَ بْنِ النَّضْرِ، ثنا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى، ثنا عَبْدُ الْحَمِيْدِ الْحَمَّانِيُّ، ثنا اَبُوْبَكْرٍ الْهُذَلِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ، اَطْلَقَ كُلَّ اَسِيْرِهٖ وَاَعْطٰى كُلَّ سَائِلٍ۔(۲۳)

جنت ایک رمضان کے بعد دوسرے رمضان کی آمد تک مسلسل سجائی جاتی ہے

۱۱۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اِنَّ الْجَنَّةَ تُزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَاْسِ الْحَوْلِ اِلٰى حَوْلٍ قَابِلٍ، قَالَ فَاِذَا كَانَ اَوَّلُ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيْحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ عَلَى الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَيَقُلْنَ يَا رَبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِكَ اَزْوَاجًا تَقَرُّبِهِمْ اَعْيُنُنَا وَتَقَرُّ اَعْيُنُهُمْ بِنَا۔ (بیہقی)

’’حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت رمضان کے لیے سال کے آغاز سے آنے والے سال تک (ایک رمضان کے خاتمے سے اگلے رمضان کی آمد تک) سجائی جاتی ہے۔ جب رمضان کا پہلا دن آتا ہے تو عرش کے نیچے ایک ہوا چلتی ہے جو جنت کے پتوں میں گزرتی ہوئی آہو چشم حوروں کے اوپر پہنچتی ہے۔ اس ہوا کو پا کر حوریں کہتی ہیں کہ اے ہمارے رب، ہمیں اپنے (نیکوکار) بندوں میں سے ایسے شوہر عطا کر جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور جن کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔‘‘

تشریح: اس ارشاد کے ذریعے سے نبی ﷺ نے اہلِ ایمان کو یہ بتایا ہے کہ اگر تم رمضان کا زمانہ اللہ تعالیٰ کی پوری پوری فرمانبرداری میں اور گہرے احساسِ عبودیت کے ساتھ روزے رکھنے اور دوسری نیکیاں کرنے میں گزارو گے تو یہ کچھ نعمتیں جنت میں تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔

تخریج : اَخبَرَنَا اَبُو الْعَبَّاسِ اَحمَدُ بنُ اِبرَاهِيمَ بنِ اَحمَدَ بنِ جَانجان الهَمذَانِيُّ بِهَا، ثنا اَبُوالْقَاسِمِ عَبدُالرَّحمٰنِ بنُ حَسَنِ الاَسدِيُّ، ثَنَا يُوسُفُ بنُ مُوسٰى الْمَرْوَذِيُّ، ثنا اَيُّوبُ بنُ مُحَمَّدِ نِ الْوَزَّانُ، ثنا الْوَلِيدُ بنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ، ثنا ابنُ ثَوبَانَ عَنْ عَمرِو بنِ دِينَارٍ، عَنِ ابنِ عُمَرَ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : انَّ الْجَنَّةَ تُزَخرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَّاسِ الْحَوْلِ اِلَى الْحَوْلِ الْقَابِلِ، قَالَ: فَاِذَا كَانَ اَوَّلُ يَومٍ مِّنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيحٌ تَحتَ الْعَرشِ نَشَرَتْ مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ عَلَى الْحُورِ الْعِينِ، فَيَقُلْنَ: يَارَبِّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ عِبَادِكَ اَزْوَاجًا تَقَرُّبِهِمْ اَعْيُنُنَا وَتَقَرُّ اَعْيُنُهُمْ بِنَا۔(۲۴)

رمضان کی آخری رات کو اُمّت مُسلمہ کی مغفرت ہو جاتی ہے

۱۲۔ عَنْ اَبِي هُرَيرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ: يُغفَرُ لِاُمَّتِهٖ فِي اٰخِرِ لَيلَةٍ فِي رَمَضَانَ، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَهِيَ لَيلَةُ الْقَدرِ؟ قَالَ: لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا يُوَفَّ اَجْرُهٗ اِذَا قَضٰى عَمَلَهٗ۔ (احمد)

''حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: رمضان کی آخری رات کو میری امت کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہی وہ لیلۃ القدر ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ مزدور کو اس کی مزدوری اس وقت دی جاتی ہے جب وہ اپنا کام مکمل کر لیتا ہے۔''

تشریح: حضورؐ کا یہ ارشاد سُن کر کہ ''رمضان کی آخری رات میری اُمّت کی مغفرت ہو جاتی ہے'' صحابہ کرامؓ کو یہ خیال ہوا کہ شاید وہی رات لیلۃ القدر ہو اور اسی کی فضیلت کی وجہ سے ایسا ہوتا ہو۔ لیکن آپؐ نے فرمایا کہ ایسا لیلۃ القدر ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتا، بلکہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ مزدور کو اُجرت کام مکمل ہونے پر دی جاتی ہے۔ میری امت کی اُجرت یہ ہے کہ اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

امت کی مغفرت ہو جانے کا یہ مطلب نہیں کہ ان لوگوں کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے جو روزے نہیں رکھتے اور نہ دوسرے احکام کی پیروی کرتے ہیں بلکہ یہ مغفرت اُمّت کے اُن لوگوں کی ہوتی ہے جو روزے رکھتے ہیں اور احکامِ خداوندی کی پیروی کرتے ہیں ــــ اس زمانے میں یہ بات قابلِ تصوّر ہی نہ تھی کہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی امت میں ہو کر روزہ نہ رکھے۔ اس وقت پوری کی پوری اُمّت روزہ رکھتی تھی۔ رمضان کا سارا زمانہ خدا کی عبادت میں گزارتی تھی، ہر طرح کی برائیوں سے بچتی تھی اور عام دنوں سے بڑھ کر نیکیاں کرتی تھی۔ اس لیے یہاں اس اُمّت کی مغفرت کا ذکر کیا گیا ہے ــــ ورنہ اس سے مراد وہ لوگ کیسے ہو سکتے ہیں جن کی بے راہ روی اور سرکشی میں رمضان کی آمد پر کچھ اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ روزہ رکھنا تو ایک طرف رہا اُلٹا برسرِ عام بے تکلفی سے کھاتے پیتے ہیں۔ رمضان کی آخری رات کو ایسے لوگوں کی مغفرت ہونے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے بلکہ اس رات تو شاید ان کے خلاف مقدمہ فوجداری (PROSECUTION CASE) مکمل ہو جاتا ہوگا۔

تخریج : حَدَّثَنَا عَبدُاللّٰهِ، حَدَّثَنِي اَبِي ثَنَا يَزِيدُ اَنَا هِشَامُ بنُ اَبِي هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بنِ عَبدِ الرَّحمٰنِ، عَنْ اَبِي هُرَيرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:

اُعْطِيَتْ اُمَّتِىْ خَمْسُ خِصَالٍ فِىْ رَمَضَانَ لَمْ تُعْطَهَا اُمَّةٌ قَبْلَهُمْ خُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَاللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ وَتَسْتَغْفِرُلَهُمُ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى يُفْطِرُوْا وَيُزَيِّنُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ جَنَّتَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ يُوْشِكُ عِبَادِىَ الصَّالِحُوْنَ اَنْ يُلْقُوْا عَنْهُمُ الْمُؤْنَةَ وَالْاَذٰى وَيَصِيْرُوْا اِلَيْكَ وَيُصَفَّدُ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ فَلَايَخْلُصُوْا اِلٰى مَاكَانُوْا يَخْلُصُوْنَ اِلَيْهِ فِىْ غَيْرِهٖ وَيَغْفِرُلَهُمْ فِىْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ قِيْلَ:" يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهِىَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ؟ قَالَ: لَا وَلٰكِنِ الْعَامِلُ اِنَّمَا يُوَفّٰى اَجْرَهٗ اِذَا قَضٰى عَمَلَهٗ۔(۲۵)

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رمضان المبارک میں میری امت کو پانچ ایسی چیزیں عطا کی جاتی ہیں جو ان سے پہلے گزری ہوئی کسی امّت کو نہیں دی گئیں۔ روزے دار کے منہ کی بساند اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ اور پسندیدہ ہے۔ افطاری تک فرشتے ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جنت کو ہر روز آراستہ پیراستہ فرماتے رہتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں ممکن ہے میرے صالح بندوں کو تکلیف اور اذیت پہنچی ہو اور وہ تیری طرف آئیں اور سرکش شیاطین کو ہتھکڑیاں ڈال کر بند کر دیا جاتا ہے اور کہیں بھی نہیں جا سکتے۔ اور آخر رات میں ان کی بخشش فرماتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا یہی وہ لیلۃ القدر ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ مزدور کو اس کی مزدوری اس وقت دی جاتی ہے جب وہ اپنا کام مکمل کر لیتا ہے۔

ماخذ

(۱) بخاری ج۱ کتاب الصوم باب هلّ یقال رمضان او شهر رمضان الخ۔☆ مسند احمد ج۲،ص ۲۸۱۔ مرویات ابی هریرة ☆المصنف لعبدالرزاق، ج٤،ص١٧٦۔ کتاب الصیام باب سلسلة الشیاطین وفضل رمضان۔

(۲) مسلم ج۱ کتاب الصیام باب فضل شهر رمضان۔☆ نسائی ج۱ کتاب الصیام باب ذکرالاختلاف علی الزهری فیه۔ ☆ المصنف لعبد الرزّاق ج٤ کتاب الصیام باب سلسلة الشیاطین وفضل رمضان۔

(۳) السنن الکبریٰ للبیهقی ج٤ کتاب الصیام باب ماروی فی کراهیة قول القائل جاء رمضان و ذهب رمضان۔☆ مسلم ج۱ کتاب الصیام باب فضل شهر رمضان۔ ☆ مؤطا امام مالك کتاب الصیام، جامع الصیام۔ مؤطا نے اِذَا جَآءَ کی جگہ اذا دخل بیان کیا ہے۔☆ نسائی ج٤ کتاب الصیام باب فضل شهر رمضان نسائی نے بھی اذا دخل شهر رمضان سے روایت کا آغاز کیا ہے۔☆ مسند احمد ج۲مرویات ابی هریرة۔دارمی کتاب الصوم باب فی فضل شهررمضان اذا جاء رمضان فتحت ابواب السماء، وغلقت ابواب النار وصفدت الشیاطین۔

(٤) بخاری ج۱ کتاب بدأ الخلق باب صفة ابواب الجنة ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج٤ کتاب الصیام باب فی فضل شهر رمضان۔ وفضل الصیام علی سبیل الاختصار۔

(٥) بخاری ج۱ کتاب الصوم باب الریّان للصّائمین۔☆ مسلم ج۱ کتاب الصیام باب فضل الصیام فی سبیل الله۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج٤ کتاب الصیام☆ ترمذی ج ۱ابواب الصوم باب ماجاء فی فضل الصوم۔ ترمذی نے اس روایت کوحسن صحیح غریب قرار دیا ہے۔☆ابن ماجه کتاب الصیام باب ماجاء فی فضل الصیام۔ ابنِ ماجہ اور ترمذی دونوں کی روایت کے الفاظ یکساں ہیں۔☆ نسائی ج٤ کتاب الصیام باب فضل الصیام۔ ترمذی، ابن ماجہ، نسائی تینوں نے آخر میں من دخل فیه شرب ومن شَرِب لم یظمأ ابدا بیان کیا ہے۔

(٦) بخاری ج۱ کتاب الصوم باب فضل لیلةالقدرالخ ☆مسلم ج۱ کتاب صلاة المسافر وقصرها باب الترغیب فی قیام رمضان وهو التراویح۔☆ ابوداوٗدج۲ص٤٩ کتاب الصلاة۔ باب تفریع ابواب شهر رمضان۔ باب فی قیام شهر رمضان☆ نسائی ج٤ کتاب الصیام باب ثواب من قام رمضان وصامه ایمانًا واحتساباً۔☆ مؤطا امام مالك کتاب الصلاة فی رمضان۔ باب ماجاء فی قیام رمضان۔☆دارمی کتاب الصوم باب فی فضل قیام شهر رمضان۔☆ مسند احمد ج۲ ص ۲٤۱، روایت ابی هریرة۔

(۷) بخاری ج۱، کتاب الایمان باب صوم رمضان احتساباً من الایمان☆ ابن ماجه کتاب الصیام باب ماجاء فی فضل شهر رمضان☆ نسائی۔ کتاب الصیام باب ثواب من قام رمضان وصامه ایماناً واحتساباً۔

(۸) بخاری ج۱ص ۱۰ کتاب الایمان باب تطوع قیام رمضان من الایمان۔☆ مسلم ج۱ کتاب صلاة المسافر وقصرها باب الترغیب فی قیام رمضان۔☆ابو داؤد ج۲ کتاب الصلوٰة باب فی قیام شهر رمضان۔

(۹) بخاری ج۱ کتاب الصوم باب من صام رمضان ایماناً واحتسابا۔☆ مسلم ج۱ کتاب صلاة المسافر وقصرها باب الترغیب فی قیام رمضان۔☆السنن الکبریٰ للبیهقی ج٤ کتاب الصیام باب فضل لیلة القدر۔

(۱۰) ترمذی ج۱ ابواب الصوم باب ماجاء فی فضل شهر رمضان۔

(۱۱) مسلم ج۱ کتاب الصیام باب فضل الصیام۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج٤ کتاب الصیام باب فی فضل شهر رمضان۔ ☆مسند احمد ج۲، ص۲٦٦ مرویات ابی هریرة۔ *ترمذی نے اس روایت کو قدرے کم وبیش الفاظ کے ساتھ* ابواب الصوم باب ماجاء فی فضل الصوم *کے ضمن میں نقل کر کے لکھا ہے*۔حدیث ابی هریرة حدیث حسن غریب من هذا الوجه۔☆دارمی کتاب الصوم باب فی فضل الصیام۔ *الفاظ آگے پیچھے ہیں*۔ مؤطا امام مالك کتاب الصیام باب جامع الصیام۔ *مؤطا میں یہ متن دو روایتوں میں روایت ہوا ہے*۔ ☆نسائی کتاب الصیام باب ذکر الاختلاف علی ابی صالح فی هذا الحدیث۔☆ *نسائی نے اس قسم کی کافی روایات مختلف رواۃ سے بیان کی ہیں*۔☆ ابن ماجه کتاب الصیام باب ماجاء فی فضل الصیام۔ ☆ *ابن ماجہ نے بھی ابو ہریرہؓ سے ''مسلم'' والی روایت بیان کی ہے مگر اس میں* الی سبع مائة ضعف *کے بعد* إلی ماشاء اللّٰه *کا اضافہ ہے*۔

(۱۲) بخاری ج۱ کتاب الصوم باب هل یقول انی صائم اذا شُتم۔ ☆ مسلم ج۱ کتاب الصیام باب فضل الصیام۔

(۱۳) ابو داؤد ج۳ کتاب الصوم باب الغیبة للصائم۔

(۱٤) بخاری ج۱ کتاب الصوم باب فضل الصوم☆ مسند احمد ج۲ص ۲۷۵ مرویات ابی هریرة۔

(۱۵) ترمذی ج۱ ابواب الصوم باب ماجاء فی فضل شهر رمضان۔☆المستدرك للحاکم ج٤ کتاب الصوم باب اذا کان اول لیلة من رمضان الخ ☆ ابن ماجه کتاب الصیام باب ماجاء فی فضل شهر رمضان☆ *ابن ماجہ نے* ابواب النیران *کی جگہ* ابواب النار *اور* یُنَادِیُ مُنَادٍ *کی جگہ* نَادَی مُنَادٍ *بیان کیا ہے*۔☆ المصنف لعبد الرزاق ج٤ کتاب الصیام باب سلسلة الشیاطین وفضل رمضان۔☆السنن الکبریٰ للبیهقی ج٤ کتاب الصیام باب فی فضل شهر رمضان۔☆ *بیہقی نے ابن ماجہ والی روایت کا متن ہی نقل کیا ہے مگر اس میں* وذلك کل لیلة *نہیں ہے*۔☆ *نسائی نے اس روایت کو دو طرح نقل کیا ہے*۔

(۱٦) نسائی ج٤ کتاب الصیام باب فضل شهر رمضان۔ ذکر الاختلاف علی معمر فیه۔

(۱۷) نسائی ج٤ کتاب الصیام۔ باب فضل شهر رمضان ذکر الاختلاف علی معمرفیه۔ مسند احمد ج۲، ص ۲۳ مرویات ابی هریرة۔

(۱۸) المصنف لعبد الرزاق ج٤ کتاب الصیام باب سلسلة الشیاطین وفضل رمضان۔

(۱۹) المصنف لعبدالرزاق ج٤ کتاب الصیام باب سلسلة الشیاطین وفضل رمضان۔

(۲۰) مسند احمدج۲ ص ۱۷٤مرویات عبد الله بن عمرو۔☆مجمع الزوائد ج۱۰عن عبدالله بن عمرو أسناده حسن علی ضعف فی ابن لهیعة وقد وثق۔

(۲۱) ابن ماجه کتاب الصیام باب ماجاء فی فضل شهر رمضان۔☆المصنف لعبد الرزاق ج٤کتاب الصیام باب سلسلة الشیاطین وفضل رمضان۔☆ مسند احمد ج۲ص ۳۸۵ ابوهریرة۔ *اس میں* فیه لیلة خیر من الف شهر من حرم خیرها فقد حرم *کے الفاظ منقول ہیں۔*

(۲۲) شعب الایمان للبیهقی ج۳عزاه السیوطی الی ابن خزیمة وقال ان صح الخبر والمصنف والاصبهانی فی الترغیب عن سلمان۔ وقال الحافظ ابن حجر فی اطرافه مداره عَلی عَلِیِّ بنِ زید بن جدعان وهو ضعیفٌ ویوسف بن زیاد الراوی عنه ضعیف جدّا، وتابعه ایاس بن عبد الغفار عن علی بن زید عندالبیهقی فی الشعب، قال ابن حجر: وایاس ماعرفته۔ (حاشیه ص۳۰۵)۔

(۲۳) شعب الایمان للبیهقی ج۳ حدیث نمبر ۳٦۲۹۔☆ مشکوٰة ج۱کتاب الصوم۔ الفصل الثالث۔

(۲٤) شعب الایمان للبیهقی ج۳فضائل شهر رمضان حدیث نمبر ۳٦۳۳۔ مشکوٰة ج۱کتاب الصوم۔ الفصل الثالث۔

(۲۵) مُسند احمد ج۲ص ۲۹۲۔مرویات اَبِیْ هُرَیْرَة۔